

اردو کی نعتیہ شاعری

ڈاکٹر فران فتح پوری ستارہ امتیاز
(ایم۔ اے، پی ایچ ڈی۔ ڈی، ہد)

اُردو کی تعلیمی شانگری

ڈاکٹر فرمان فتح پوری

الوہار پبلک کائنز

335-K2 Wapda Town, Lahore.

فہرست مصائب

- ۱۔ کتاب سے پلے (طبع اول)
- ۲۔ کتاب سے پسے (طبع دوم)
- ۳۔ نعمت ایک صفت سخن کی حیثت سے
نعمت اور معنیدہ رسالت، نعمت کا مفہوم، نعمت
کی ہمیٹ اور منفی، موضوع کی اہمیت اور
بھاری بے انتہائی۔
- ۴۔ عربی فارسی نعمت اور اُردو پر اُس کے اثرات
حسان بن ثابت، کسب بن زہیر، بوصری، سعدی،
امیر خرد، جایی، قدسی اور بعض دیگر شعراء
- ۵۔ اُردو میں نعمت گوئی کی مقبولیت اور اس کے اسباب محرکات
نعمت ذریعہ، نجات و کار خوب، نعمت سے نہاد
صوفیا کی وجہی اور نقیۃ شاعرے، میلاد شریف
کی مخفیین اور سیرت الشیخ کے جلسے، محقق شاعر
مسک طریقت اور صوفیا کرام
- ۶۔ اردو میں نقیۃ شاعری کی روایت اور اس کا مبہراز جائزہ
رسی نعمت گوئی اور اس کی مختلف صورتیں، اُردو
میں حقیقی نعمت گوئی کے دور کا آغاز، محین کا کورڈی
کی نقیۃ شاعری اور اس کی خصوصیات، ایرانی
سرلاک اسالی اور مولانا نظر علی خاں کی نقیۃ شاعری

جملہ حقوق محفوظ ہے

ناشر: سید وقار متعین
0300-8408750
042-5189691-92
042-7045091

سال اشاعت: 2007

طبع: گنج شکر پرنس، لاہور۔

قیمت: 350/- روپے

حلا مہاتماں کی شاہی اور فضیلت کے عنوان سے
امن کا رشتہ، بعض صوفی دنیا م شاہزادہ ان کا
فقیہ کلام، چودھری دو قرام کوثری ایک ہندو
ماشیت رسول، مذکوم تاریخ اسلام و سیرت رسولی
کے عقاید مجھ سے اور شاہناہمہ، سلام، محمد عاصی
کے بعض نعمت، گو شاعر اور ان کا فقیہ کلام۔

۶۔ تبرکات (عربی - فارسی)

شیخ سدی ۱۲۰، شاہ عبدالعزیز و پڑی ۱۲۰، خدا جب
نظام الدین اولیاء ۱۲۱، امیر خسرو ۱۲۲، عبد الرحمن
جاہی ۱۲۳، جان محمد قدسی ۱۲۴، مسائی خاں قالب
۱۲۵، شاہ فیاض احمد بریلوی ۱۲۶، علامہ اقبال ۱۲۷

۷۔ منتخب نعمتیں (اردو)

امیر منانی ۱۲۰، اسمبلیل میر عیشی ۱۲۲، علامہ اقبال ۱۲۳
انتر شرمنی ۱۲۳، احسن مارہروی ۱۲۴، انصر گردی
۱۲۵، انتر حیدر آبادی ۱۲۶، اکبر ال آبادی ۱۲۷
اکبر دارثی میر عیشی ۱۲۸، اقبال سیل ۱۲۹، احسان نشان
پہنچ، انقرہ موبالی ۱۳۱، احمد نعیم قاسمی ۱۳۱،
محمد اعلیٰ چشتی ۱۳۲، اسیر بریلوی ۱۳۲، اخشت
(ہری چند) ۱۳۳، آزاد دیگن ناقہ ۱۳۴، اندر
انتر ۱۳۴، امیر نفیس ۱۳۵، ابراہیم خیل شیخ ۱۳۶،
بیشم دارثی ۱۳۷، بیدل جبلپوری ۱۳۸، بزرگ گھنٹی احمد

بیان نیر ٹھی ۱۵۲، حفظیت تائب ۱۵۳، اثروت حسین ۱۵۴
عبدالکریم تبریز ۱۵۵، جوہر (مولانا محمد علی) ۱۵۶، جوش
یعنی آبادی ۱۵۷، بگر تراو آبادی ۱۵۸، حسائی
(الٹاف حسین) ۱۵۹، حضرت موبالی ۱۶۰، حسن رضا خاں بریلوی
۱۶۱، حنفیت جالندھری ۱۶۲، حمید صدیقی گھنٹوی ۱۶۳،
عبد الرحمن راشنگ دہلوی ۱۶۴، رضا بریلوی (مولانا احمد رضا خاں)
۱۶۵، روشن صدیقی ۱۶۶، شاہ محمد شفیق بریلوی ۱۶۷،
ساقو نظامی ۱۶۸، سحر انصاری ۱۶۹، شیخی (کرامت علی)
۱۶۹، شیخ (نظام امام) ۱۷۰، شفیق کوئی ۱۷۱، اشائق یونی
۱۷۲، شاہ گھنٹوی ۱۷۳، شہزاد احمد ۱۷۴، شرقی (اقبال جسٹن)
۱۷۵، خیار القادری بیانوی ۱۷۶، ظفر (مولانا خضر بنی نمان)
۱۷۷، ظفر (سرابع العین) ۱۷۸، غلام سلطانی عشقی ۱۷۹،
عبدالعزیز خالد ۱۸۰، عاصی کنالی ۱۸۱، عاصف عبدالمتنی ۱۸۲،
فیض الحسن سارانپوری ۱۸۳، فرانخ بوری ۱۸۴، گیفت ٹونکی
۱۸۵، گورنی (روتو رام) ۱۸۵، گامانی نذر الدین ۱۸۶،
قیصروارثی ۱۸۷، مقرر بدیوی ۱۸۸، ناصر القادری ۱۸۹،
محشر رسول نگری ۱۹۰، ملتور حسین خور ۱۹۱، مظہر عقانی
۱۹۲، نایاب (خشی محمد) ۱۹۳، پیر و اعلیٰ ۱۹۴، وجشت
لکھتوی ۱۹۵، و حمید ہموی ۱۹۶، یوسف ظفر ۱۹۷،

فهرست مآخذ

- ۱۹- "سلام قدس" مرتبه سید طغیل احمد بده مطبوعه نایاب کپنی کراچی ۱۴۶۳
- ۲۰- "شیرالیم" از مولانا بشی مطبوعه ایم فرمان ملی اینڈنسنر لاهور
- ۲۱- "شعله و شیم" از جوشنیش آبادی مطبوعه مکتبه جامعه دہلی ۱۴۷۴
- ۲۲- "شره نکت" از شیر و اسلی مطبوعه سراج الدین اینڈنسنر لاهور ۱۹۵۹
- ۲۳- "شاہنامه اسلام جلد اول" از حفظ خان پیری مطبوعه سلطان یک پوچید آباد کوئٹہ اول
- ۲۴- "شاہنامه اسلام جلد سوم" از حفظ خان پندھری مطبوعه لاهور ۱۹۲۶
- ۲۵- "قزل و فرزال" از صراغ الدین فخر مطبوعه قبرص و دنیا لاهور ۱۹۴۸
- ۲۶- "فرز کوئین جلد اول و دوم از عشروں نگری مطبوعه ۱۹۴۷ او ۱۹۴۸
- ۲۷- کلیاتِ فلم عالی جلد اول و دوم مرتبه داکڑ انتشار احمد سیفی مطبوعہ بیان نرق ادب لاهور ۱۹۶۰
- ۲۸- کلیاتِ حضرت مولانا مطبوعه شیخ نلام ملی اینڈنسنر لاهور
- ۲۹- کلیاتِ نلام امام شید مطبوعه نول کشور کھنوس ۱۹۷۱
- ۳۰- کلیاتِ فتح محسن کاگردانی مطبوعه الناظر پریس کھنوس ۱۹۷۰
- ۳۱- کلیاتِ تکم و شرسعدی مطبوعه قبول کشور کھنوس ۱۹۸۸
- ۳۲- کلیاتِ حامی مطبوعه نول کشور کھنوس ۱۹۷۳
- ۳۳- کلیاتِ غالب (فارسی) مطبوعه نول کشور کھنوس ۱۹۷۵
- ۳۴- کلیاتِ استعیل میر شی مطبوعه دیال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۹۲۹
- ۳۵- کلیاتِ امیر خسرو مطبوعه نول کشور کھنوس ۱۹۸۶
- ۳۶- "گلبا گلبا گرم" از حیدر سیفی کھنوسی مطبوعه مکتبه جامعه دہلی ۱۹۶۴
- ۳۷- "میقونه سلام" مرتبه سائبند سیفی مطبوعه مکتبه دین و ادب کھنوس ۱۹۴۳
- ۳۸- "ساد رخات المنشیین" از امیر سیفی مطبوعه ملیح سید کاحد آباد دکن ۱۹۲۹
- ۳۹- "منور نعمتیں" از منور بادی ای مطبوعه سلطان حسین اینڈنسنر کراچی ۱۹۴۳
- ۱- "احسن الکلام" از مولانا احسن مارہروی مطبوعه مکتبه تخلیق ادب کراچی ۱۹۴۵
- ۲- اسرارِ خودی و مفتری بے خودی از علامہ اقبال مطبوعه لاهور ۱۹۶۱
- ۳- ارمنان حجاز از علامہ اقبال مطبوعه لاهور ۱۹۶۲
- ۴- آرمنان فتح مطبوعه مکتبه دین و ادب لکھنؤ ۱۹۴۵
- ۵- اذوار طیبیہ از بیدل جبلوری مطبوعه طبیعت پرنٹنگ پریس کراچی
- ۶- بابِ جبریل از علامہ اقبال مطبوعه لاهور ۱۹۴۷
- ۷- پہاڑستان" از مولانا ناطق علی شان مطبوعه مکتبہ کاروان لاهور
- ۸- تذکرہ شراء'ہ ججاز از امداد صابری مطبوعہ مکتبہ شاہراہ اردو بازار دہلی ۱۹۴۹
- ۹- "بام دارث" از قصر وارثی مراد آبادی مطبوعه نیر پرنٹنگ درکش کراچی ۱۳۷۴
- ۱۰- "حدائقِ بخشش" از مولانا احمد رضا شان ساصب بریلوی مطبوعہ دین پریشانگ کپنی کراچی
- ۱۱- "حیاتِ سعدی" از مولانا عالی مطبوعه ایم فرمان ملی اینڈنسنر لاهور
- ۱۲- حیات از مولانا ناطق علی شان شیدی مطبوعہ مکتبہ کاروان لاهور
- ۱۳- "حدیث شافعی" مطبوعه ملیح مندوی بیبی ۱۹۶۴
- ۱۴- "دیوانِ شیدی" از کرامت ملی شان شیدی مطبوعہ نول کشور کھنوس ۱۹۱۳
- ۱۵- "دیوانِ نقیہ" از وحید ہوسی مطبوعه ملیح اکیل براۓ ۱۹۷۹
- ۱۶- "دیوانِ نیاز" از شاہ نیاز بریلوی مطبوعه تعلیم خدام سلسہ نیازیہ کراچی ۱۹۷۴
- ۱۷- "دیوانِ حافظ" از ساقط شیرازی مطبوعہ نول کشور کھنوس ۱۹۸۹
- ۱۸- "ذوق فتح" از مولانا حسن رضا خاں بریلوی مطبوعہ دین محمد پریس لاهور ۱۹۷۶

- ۳۰۔ "محمد محدث" از مشتی محمد آبادی مطبوعہ مجلس شوریٰ حیدر آباد کن ۱۹۴۷ء
- ۳۱۔ "صحیفہ بیدم" از بیدم وارثی مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ ستر لاهور ۱۹۵۲ء
- ۳۲۔ "منہما" از عبد العزیز نسالد مطبوعہ ملک لیٹر کراچی ۱۹۴۵ء
- ۳۳۔ "ملفوکات شاہ عبدالعزیز" (اردو ترجمہ) مطبوعہ پاکستان ایجنسیشن پیشہ زندگی کراچی ۱۹۶۰ء
- ۳۴۔ "ہائی تحریر" ہاؤ فی "کراچی سیرت رسول نبیر یافت جو لائی الگت" ۱۹۶۷ء
- ۳۵۔ "ہائی تحریر" خاون پاکستان" کراچی رسول نبیر ۱۹۶۳ء
- ۳۶۔ "نغمہ روح از بزرگ نوی مطبوعہ پاکستان کو اپر ٹو سوسائٹی کراچی ۱۹۵۹ء
- ۳۷۔ "ہندو شوا کا فتحیہ کلام" مرتبہ کانی مراد آبادی مطبوعہ وارث پیشگ ہاؤں لائی پوری ۱۹۵۹ء
- ۳۸۔ "ہندو شوا اور دیوار رسول" مرتبہ ہندوستان مطبوعہ انجمن تبلیغ الاسلام گرام گھنونزہ کتب خانہ ناس ایس ترقی اردو کراچی

انتساب
شیمیم صاحب کے نام
کر
اس کتاب کے اصل محرک وہی ہیں

فرمان نسخ پوری

کتاب سے پہلے

(طبع دوم)

نعت کا مونوگر جاری رہنے کی ایک نتیجہ میں بنتے عظیم و دینے میں پڑھتے ہے اس کی علت
دستیکی حدیں ایک طرف جس سے دوسری طرف مبتدے طبقیں۔ شاعر کے پائیں نکلیں
ذاتی لغوش اور وہ نعت کے بجائے گیا تھا "منقبت" کی سرحدوں میں۔ اس لئے
اس مونوگر کیا تھا لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ حقیقی نعت کا راستہ بال
سے زیادہ باریک اور تواریخی دعاء سے زیادہ تیز ہے۔ عرفی نے اپنے ایک نفیتی قصیدے میں
جن کا مطلع ہے ۵

اقبال کرم می گزوں ارباب ہم را
ہمت خود فیشر لا فشم را

بستی محیح کہا ہے کہ

عرفی مشتاب ایں رو نعت است نصر است

آہستہ الہرہ، برموم تیح است قدم را

یہی وہ مشکل ہے جن کے سبب کما باتا ہے کہ جب تک کوئی شاعر ماشیت رسول ہونے
کے ساتھ ساتھ توحید و سالت اور عبودیت کے نازک رشتؤں کو پوری طرح نہ سمجھتا ہو اور پس
جذبات و انکار اور عتمانہ و خیالات کے اخبار میں ان رشتؤں میں کامل ہم ہوئی۔ پسیدا
کر سکتا ہو وہ قادر الکلامی اور غیر معمول طبائعی کے باعث نعت گئی کے منصب سے
حقیقی معنوں میں مدد برآئیں ہو سکتا۔ لیکن اس مشکل کے باوجود شرعاۓ عربی و فارسی کی

11
درج، اگر اردو کے شعراء میں نعت کے مونوگر پر بلج آذناں کی ہے ان جس سے بعض
نے نفیتی شاعری کے نتیجے اچھے نہیں یادگار چھوٹے ہیں اور خود کو ایک بلند پایہ شاعر
نہیں کیا ہے۔

تاریخی حیثیت سے اردو میں نعت گولی کی روایت نہیں بنت پائی ہے، آئندی ہی
پرانی جتنی خود اردو شاعری ہے۔ قدم و کنی شرعاۓ کے کوئی نہیں تھے، اردو کا شاید ہی کافی شاعر
ہو جس نے نفیتی اشعار نہ کے ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی نے خاص شفت اور لگاؤ کے
ساتھ کے ہیں کسی نے عین تکلفات سے کام لیا ہے کیونکہ تو اتر و اہتمام سے اس کام کو
انجام دیا ہے اور کسی نے لگا ہے کہے جسے آذناں کی ہے۔ کسی نے خوبی نفیتی قصیدے اور
شویاں لکھی ہیں، کسی نے محقر نفیتی غزلیں اور باغیات کی ہیں۔ کسی نے سیرت و
شفیقت کے اوصاف بیان کئے ہیں کسی نے سمجھات و مزدوات کو شعر کا مونوگر بنایا
ہے۔ کسی نے نفیتی شاعری کے پورے پورے دیوان یادگار چھوڑے ہیں اور کسی کے لیے
اگر کافی نفیتی غزلیں نظر آتی ہیں۔ کچھ نے اعلیٰ درجے کی شاعری کے نزدے پیش کئے
ہیں اور کچھ اوسط و ادنی سے آگے نہیں بڑھ سکے لیکن دوچار شعر قریب ہر ایک
نے کے ہیں۔ مسلسل نہ سی مختلف اشعار کی صورت میں ہیں۔

ان حالات میں اندازہ کیا جاسکا ہے کہ اردو شاعری کی چار سو سالہ تاریخ میں
نشتوں کا کتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا ہو گا۔ یہ ناکہ اس ذخیرے کا زیادہ حصہ بعض دوسرے
مونوگرات کی شاعری کی طرح معمولی درجے کا ہے لیکن ایک حصہ محدود ایسا ہے جو نکره
فن کے معیاروں پر پورا ارتقا ہے اور بلند پایہ شاعری کے ذرے میں آتا ہے۔ لیکن
کس قدر تحریر کا مقام ہے کہ اس ذخیرے کو اب تک کسی نے قابلِ احتانیں جانا۔
اردو شاعری کی دوسری اوصاف غزل، تھیڈ، غنزی، ارباعی ویژہ کے باعثے میں پہنچا
تفصیلی مقابلات لکھے گئے ہیں اور سارے دونوں تحقیقی و تقدیمی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں لیکن

نعت کوئی پر چند متفرق صفاتیں سے سارا کوئی تحقیر کی کتاب بھی نظر نہیں آتی۔ اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ "نعت" کوئی صفت سخن نہیں ہے۔ اس کی کوئی بیان نہیں کی جاسکتی ہے بلکہ مختلف ہستیوں میں اس کے موضع کو برداشتیا ہے اور اسی لئے صفت سخن کی بیان نہیں ہے بلکہ مختصر کی صورت نہیں بھی گئی۔ یہ جواب شافعی نہیں ہے۔ ذندگی اور شعبہ ادب و سرکام کرنے کی صورت نہیں بھی گئی۔ اس پر کام کرنے میں خذلیگی اور غزل کے سیدوں ایسے پسلوں جو اصناف شتر کے ذمہ میں نہیں آتے۔ پھر بھی یاد رکھیں گے اتفاقیں۔ نہ ان پر ناطر خواہ توجہ دی ہے۔ مثال کے طور پر "طرزہ مزاد" اور "پیشہ" کو لیجئے۔ بیان کی پابندی ان میں بھی نہیں ہے۔ کسی بیان میں بھی مزادی نہیں دھرم شرک کیا جاسکتا ہے۔ اس سعادت سے یہ بھی اصناف سخن سے خارج ہیں، لیکن سب جانے کیلئے ان دونوں موضوعات پر اردو میں خاص کام ہوا ہے اور ہر ہر ہے۔ لیکن نعت کوئی پر اب تک کسی طرح کا کوئی قابل ذکر کام منتظر عام پر نہیں آیا۔

اس کی کا احساس درہ میں زیر نظر کتاب کی تالیف و اشاعت کا جواہر ہے لیکن میں اکٹھات کر کے چلوں کو میری کتاب تحقیر شاعری کے موضوع پر کوئی مختارانہ کیا نہیں۔ اسے آپ اردو کی تحقیر شاعری کی تاریخ بھی نہیں کہ سکتے۔ اس لئے اس میں تحقیر شاعری کے سارے اور افراد احوال و آثار کی تفصیل تاریخ دار یا بخاطر نہیں درج نہیں ہے۔ یہ نعت گو شتر کا تذکرہ بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس میں سارے شاعروں کا ذکر سخنی چند کا ذکر آیا ہے۔ یہ اردو کی تحقیر شاعری پر جائز تقدیمی تصنیف بھی نہیں ہے بلکہ میر نظر کتاب اردو کی تحقیر شاعری کا ایک سرسری سعہاذ جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بجاہ نعت کے سلسلہ میں اس تخفیدی و تحقیری موارد کی کو پورا نہیں کر سکتا جس کا ذکر میں سنایا ہے اور پر کیا ہے۔ اس کتاب کا اصل مقصود اس کی کوپرا کرنا ہے اسیں بلکہ کی کا احساس ہذا ہے اور اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد شہزاد ادب کے چند طالب علموں میں بھی یہ احساس پیدا ہو گی تو میں خود کو اپنے مقصد میں کامیاب بھجوں گا۔

میں نے عرض کیا ہے کہ یہ کتاب تحقیر نعت کی نہیں ہے۔ اگر آپ یہ پڑھ لگانے والے کو اردو کی بہلی نعت کو فتنی ہے۔ پہلا نعت گو شاعر کے کہ سکتے ہیں۔ کس شاعر کے دیوان میں کتنے تحقیری اشعار ہیں۔ اردو میں کتنے ایسے شاعر ہیں جنہوں نے مرف نعتیں کی ہیں۔ تحقیر شاعری کا دیوان کن کن شاعروں نے مرتب کیا ہے۔ کس کا دیوان قلمی ہے اور کس کا جیپ چکا ہے۔ اردو شاعری کے ذخیرے میں یہیں کے لحاظ سے قصیدہ۔ مشعری زبانی اور غزل کی تعداد میں کیا تباہ ہے، تو آپ کو اس قسم کے سوالوں کے جوابات اس میں نہیں گے۔ بات یہ ہے کہ یہ کتاب ان سوالوں کا جواب دینے کے لئے نہیں بلکہ نعت کے بارے میں اس قسم کے سوالات اٹھانے اور ان کے جوابات تماش کرنے کے احساس کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ کاش کوئی صاحب علم و فن سامنے آئے، اور ایک جامی تحقیری کتاب کے ذریعے ان سوالوں کا جواب دے سکے۔

ایں ہر سیری کتاب اس حد تک مختارانہ صورت ہے کہ اس کا محتوا مالی تحدیتی سائی باقتوں کے سارے نہیں لکھا گی بلکہ جن شتر کے تحقیری کلام کا ذکر اس کتاب میں آیا ہے ان کے کلام پر ایک تلفظ درڈانی گئی ہے۔ اس ایک تلفظ کے سلسلے میں بھی بعض مقامات پر ٹری ٹھجبوں کا سامنا کرنا پڑا۔ مثال کے طور پر یہ تحقیری قطعہ ہے۔

یا صاحب الجمال و یادیہ البشر

کن و چبک المیز و لعنة نذر لفتر

لأیکن اشترا رکما کان حستہ

بعد از خدا بزرگ و قی قعده محقر

جسے ایک مرت سے یاد ہے اور مجھے جسے ہزاروں کو یاد ہے اس کا آخری حصہ تقریباً المش بن گی ہے اور عام و خاص سمجھی کے حافظے میں ہے۔ پہلا نقطہ بھی مختلف کتابوں مقالوں اور خطبہوں میں بار بار نقل ہوا ہے۔ بعض نے شاعر کا سُراغ دیا ہے۔ بعض نے نہیں دیا۔

جن لوگوں نے سُراغ دیا ہے ان میں سے بعض نے اسے حافظہ کے نام سے لکھا ہے بہتر سے
محدثی کے نام سے۔ کسی نے جامی سے منوب کیا ہے اور کسی نے قدسی سے۔ مجھے ان بڑوں
کے دو ادین و کلیامت میں یہ قطعاً نظر نہ آیا تو صاحب تقطیر کی تلاش شروع ہوئی۔ سیکردوں
سے استفسار کیا اور سیکردوں کے مجموعہ ہائے کلام دیکھے۔ آخر اخْر معلوم ہوا کہ مشورہ مہرتو
قطیرہ کسی ایرانی شاعر کا نہیں بلکہ حضرت شاہ ولی افسوس کے لائق فرزند شاہ عبدالعزیز کا ہے
اور شاہ عاصب کے طفوطات میں موجود ہے۔ اس قسم کی ملجمیں اور کئی جگہ پیدا ہوئیں
جن کا ذکر اس بگ لاحصل ہے۔

اشعار کے ناطہ انتساب کی ایسی اور مثالیں ان مجودہ ہائے نعمت میں نظر آتی ہیں
جو مختلف ناسروں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں اور ان کا استعمال زیادہ تر قوالوں
کی پارٹیاں کرتی ہیں۔ اس قسم کی غلطیاں آپ کو اس کتاب میں شاید نہیں گی تفصیل میں
میں والستہ نہیں گی۔ اجال کے ساتھ جو کچھ دس کتاب میں پیش کیا گیا ہے وہ حقیقت
یقحانہ ہیں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ رہ گئے اس کتاب کے تقدیری سماحت سواس
سلیے میں نعمت کے فن اس کے موضوع نعمت گوئی کے ارتقا، محکمات و عوال اور
مقبولیت داہیت کے عتک جو کچھ عزیز کیا گیا ہے اس میں زیادہ حصہ میرا اپنا ہے۔
قارئ اس سے اختلاف و تائید کا پورا حق رکھتا ہے۔

کتاب کے آخر میں اردو فارسی نعمتوں کا ایک انتساب بھی دے دیا گی ہے۔
یہ انتساب دو بالتوں کے پیش نظر ضروری سمجھا گیا ہے ایک تو یہ کہ نعمتہ نا عرضی کے بڑے
ذخیرے کا کچھ اچھا حصہ بے یک نظر ہمارے ساتھ آجائے اور اس کی قدر و قیمت کا
ہمیں آسانی اندازہ ہو سکے دوسرے اس لئے کہ انتساب کے ذریعے اس موضوع سے کچھ
لکھنے والیں کو بعض معیاری نعمتوں پرستے کو مل جائیں چنانچہ انتساب میں پورے کا پرا
نعمتیہ قصیدہ، شنوی مسدس یا محض نقل نہیں کیا گیا بلکہ اس کے پیزہ منتخب اشعار ف

دئے گئے ہیں۔ طول نعمتیہ غربوں اور نعمتوں کو بھی اکثر مختصر کر دیا گیا ہے۔ فادی شراکے
صرف وہ اشعار انتساب میں دئے گئے ہیں جن سے اردو والوں کے کان بھی آشنا ہیں اور جن
کے غالباً نہ اردو کی نعمتیہ شاعری پر گمراہ شد الالہ ہے۔ اردو نعمت کے انتساب میں البته
نمی پرانی ہر اچھی نعمت کو جگہ دینے کی کوشش کی گئی ہے ہاں بعض مشکل اور عالمانہ نعمتیہ
فہمائی مثلاً سودا اور مومن کے ان تھاڈے کے منتخبات جن کے مطلع ہیں ہے

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تھاڈے مسلمانی
نٹوٹی شیخ سے زنا بیجع سلیمانی سودا

چمن میں نعمتہ بیبل ہے یوں طرب مانوس
کہ جیسے سچ شہب بھرنا ہائے خروس موتان
دانستہ درج نہیں کئے گئے صرف اس لیے کہ اس قسم کے منتخبات تا وقتنکہ خاصہ طولی
نہ ہوں سیاق و سبق سے کٹ جانے کے سبب بے معنی معلوم ہوئے ہیں انتساب میں
کسی خاص اصول و اہتمام سے بھی میں نے کام نہیں لیا۔ پرانے شراکے دوادین و
کلیات اور آج کے بعض شراکے مجھوں کا کلام پر میں نے نظر دالی ہے اور جان کوئی
نعمت یا نعمت کا ٹھہر اپندا آیا ہے میں نے اسے لے لیا ہے۔ لیکن نعمتوں کے اس انتساب
کو سب کچھ سمجھنا چاہئے۔ یہ مشتہ از خوارے کے مصداق ہے اس قسم کی بے شمار
نعمتوں بار دوہیں موجود ہیں ضرورت ان کو سمجھا کرنے اور ان پر ناقلانہ نظر دالنے کی ہے۔
اس کتاب کی تالیف میں کہاں کہاں سے بدلتی گئی ہے اور کن کن رسائل و کتب
سے فائدہ اٹھایا گیا ہے اس سلسلے میں بعض کتابوں کے نام و افادات کی فرست میں وہ
دیئے چئے ہیں۔
کتاب کا ترجمہ کے سلسلے میں بہت سے دوستوں اور غربزوں نے میری

عوکی ہے اور وہ سب میرے شکریے کے سختی ہیں لیکن میں خاص طور پر شکر گزار ہوں شیخ حبیب
لارگ روہی اس کتاب کے محل جوک ہیں اگر وہ برا اصرار توجہ نہ دلاتے تو شاید میرے نعت گوئی
کے منونع پر قلم امتحان کی سہالت سے م Freedم رہتا۔ عزیزی عبدالعلیٰ ولادتی کے نئے یوں
دل سے معاشر نکلتی ہیں کہ انہوں نے نایاب اور اہم کتابوں کی فرمائی میں حدود سے کر کام
کی تکمیل میں آسانیاں پیدا کر دیں۔ وہ گھر مخد عبید اللہ قریشی مدینہ اوپری دنیا اور آئینہ ادب
یہ ہو رکے شیخ عبدالسلام صاحب سوانح کے ساتھ حساب دوستانی دل "کا صاحب" ہے
اس سچے غلاموں رہتا ہوں۔

فرمان فتح پوری

۱۹۷۳ء

شعبہ اردو کراچی یونیورسٹی

کتاب سے پہلے (طبع دوم)

"اردو کی نعتیہ شاعری" کا پلاینیشن ۱۹۷۳ء میں آئینہ ادب لاہور کی
معرفت مظہر عام پر آیا تھا۔ میرے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ نعت گوئی
کے موضوع پر میری کتاب بر صغیر پاک و ہند میں پہلی مطبوعہ کتاب ثابت ہوگی
شروع میں تصوروں کے حوالے سے اس طرح کی کوئی نشان وہی کی بھی گئی تو میں
نے پاور نہیں کیا لیکن جب میری دیرینہ آرزو کے مطابق ڈاکٹر ریاض مجید کی
نہایت جامع کتاب بہ عنوان "اردو میں نعت گوئی" اقبال اکیڈمی لاہور ۱۹۹۰ء کے
ذریعے مظہر عام پر آئی اور انہوں نے اپنے تحقیقی مقالے میں یہ اکٹھاف کیا کہ:-

"نعت کے بارے میں شائع ہونے والی پہلی اہم تصنیف ڈاکٹر
فرمان فتح پوری کی کتاب "اردو کی نعتیہ شاعری" (۱۹۷۳ء)
ہے جس میں علمی و تحقیقی انداز میں نعت کے فکر و فن کے
ضوری پہلوؤں پر بحث کی گئی ہے۔"

اسی طرح ڈاکٹر جنم الاسلام صاحب نے جب ایک جگہ لکھا کہ:-
"۱۹۷۳ء میں ڈاکٹر فرانم فتح پوری کی کتاب "اردو کی نعتیہ
شاعری" طبع ہو کر لاہور سے شائع ہوئی اور یوں اشاعت کے
اعتبار سے اسے تقدم کی فضیلت حاصل ہے۔"

"صریر خامہ" مجلہ شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی
جام شورو، نعت نمبر، مطبوعہ ۱۹۷۸ء

تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی اور میں نے اپنے آپ کو حد درجہ خوش قسم
جانا کہ اردو میں نعت کے سلسلے میں جو تختی و تنتیہ کتاب میرے قلم سے نکلی

وہ اردو ادب کی چار سو سالہ تاریخ میں پہلی کتاب فرار پائی اور اس حوالے سے
محضے النام و اکرام سے بھی نوازا گیا۔

چاہتا تھا کہ اس کام کو آگے بڑھاؤں اور ۱۹۷۳ء کے بعد سے اب تک
نعت گوئی کے سلسلے میں نشریا نظم میں جو کام ہوا ہے اسے سمیٹ لوں لیکن واہرنا
کہ چند متفق مضامین یا نعتیہ مجموعوں پر تبصرہ و تعارف کے سوا اور کچھ نہ ہو سکا۔
اول اس لیے، کہ زندگی کے دوسرے مسائل نے اس طرح گھیرے رکھا کہ اس
طرف قدم بڑھانے کی توفیق نہ ہوئی۔ دوسرے میں نے یہ دیکھا کہ کتاب کے پہلے
ایڈیشن کے دبایا ہے میں نے جس خواہش کا اظہار کیا تھا وہ دوسروں کے
باتوں پوری ہو رہی ہے اور میں نے اردو کے اہل قلم کو نعت کے باب میں جو
ترغیب والی تھی اس کی جانب خاطر خواہ توجہ دی جا رہی ہے اور شعری مجموعوں
کے دو شد و شد نعت کے موضوع پر تحقیقی و تقدیدی کتابیں بھی منظر عام پر آرہی
ہیں۔

پھر بھی میری کتاب چوں کہ تقریباً پچھلے چھتیں سال سے کم یا بہ و نایاب تھی
اور حوالہ جاتی کتاب کی حیثیت میں اس کی ماگ فروز بروز بڑھتی جا رہی تھی اس
لیے ضروری معلوم ہوا کہ اسے کسی ترجمہ و اضافہ کے بغیر آولین صورت ہی میں
شائع کر دیا جائے۔ اس جگہ نسایت افسوس کے ساتھ یہ ضرور عرض کرنا پڑ رہا ہے
کہ میں نے پہلی اشاعت میں نعت کے بعض اجزاء و اشعار کے سلسلے میں جو
سوالات انھائے تھے وہ ہنوز لا جواب ہیں۔ نہ میں اس جانب خاطر خواہ توجہ دے
سکا اور نہ دوسروں نے ان کا شانی جواب بھی پختایا مثلاً میں نے فارسی کے ان
اشعار و اجزاء

ہزار بار بہ شویم دہن زمک و گلاب
ہنوز نام تو گفن کمال بے ادبی ست

تو سلطانِ صاحبِ سرِ آمدی	علیٰ کلِّ شیٰ قدرِ آمدی
قلہ تجلیٰ الیِ الکائنات	بیکلِ نذریٰ بشیرِ آمدی

یا صاحبِ الجمال و یا سیدِ البشر
من وجہِ المیر و لقد فور القمر
لا یمکن الشاء کا کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی تقصہ مختصر
کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ جن شعرا سے منسوب چلے آرہے ہیں ان کے کسی
مجمور شعری یا تذکرے میں نظر نہیں آتے۔ یہی صورت اس مشور نعت کی ہے
جس کا آخری مقصود ہے۔

محمد شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم
اور جو حضرت امیر خرو سے منسوب ہے لیکن ان کے کسی محدثہ دیوان یا
کیات میں شامل نہیں ہے۔ مذکورہ بالا اشعار میرے ذہن میں بہت کم عمری سے
محفوظ ہیں اور شاید میری عمر کے پیشتر افراد کے حافظے میں بھی ہوں گے، اس لیے
بھی یہی چاہتا تھا کہ ان کے حقیقی مصنفین کے نام معلوم ہو جائیں لیکن ابھی تک
اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر بھی نعت کے موضوع پر جس اشماک و تواتر کے
ساتھ اس وقت کام ہو رہا ہے اس سے امید بند ہتی ہے کہ یہ گھنیاں بھی ایک نہ
ایک دن سلیمانیں گی۔

نعت ایک صفت بخشن کی حیثیت سے

مسلمان چھٹی صدی ہیسوی میں اپنے انقلاب آفرین عقاید کے ساتھ عرب کی
سرزمیں سے شکل اور بہت جلد دنیا کے گئے گئے میں آباد ہو گئے۔ جہاں جہاں وہ گئے
اس سے انکارنیں کو دہان کی ملا قاتی تندی ہوں، کاشمیں انہوں نے قبول کیا لیکن جس پر
اہ کی تھی انہیں کو تیشہ دوسروں کی زندگی سے متارک کھا دہ تو حیدر رسلت پران کاشم
حکما ایسا ہے گیر دوسری عقیدہ جس کے بغیر وہ خود کو مسلمان کئے کا دوامی ہی نہیں کر سکتے تھے۔
اہ تھید سے کے ایک جزو یعنی توحید کا تصور تو کسی شکی شکل میں دوسری قسموں میں بھی
 موجود تھا الیکن دوست کے مثال ان سے یہاں کوئی پیر نہ تھی۔ مسلمانوں کے یہاں دوست
نام حاکم نہیں کو اللہ تعالیٰ کا رسول برحق تکلم کرنے کا، ان کی سیرت و زندگی کی پیری کا
اہ پیری سے بھی پہلے ان کی ذات و صفات سے اس دوست کے اہمیت و شفاف کا جس کے بغیر
توحید کا خیدہ اسلام میں بے معنی ہو جاتا ہے بقول علامہ اقبال سے
بِ مُكْتَلَةِ يَرْسَانِ خَوَيْشَ رَاكَ دِينَ ہَرَادَ
اگر بہ اور رسیدی تمام پولیسی ست

یا مشیح صدی کے الفاظ میں سے

خلافت پیغمبر کے رہ گزید
کہ ہر گز پر منزل نہ خواہ درید
میں نہ احمدی کر را دھمنا
تو ان رفت جُز از پئے مُصطفنا

آنحضرت سے اس دوست نہیں و محبت نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر بشے کو تھاڑ
کیا۔ ظاہر ہے کہ ان کے فوتوں الحیہ خصوصاً شعرو ادب پر گمراہ ڈالا۔ اس اثر کے
نتیجے میں نعمت گئی جس کا اصل مقصد آنحضرت سے اہم احتجاج کرتا تھا ان کے گرفت
کا سبق تھا جو رین گئی۔ چنانچہ عربی، فارسی اور دوسری زبانوں کا شاید ہی کوئی
مسلمان شاعر ہو جس نے نعمت کی شکل میں خپور اکرم سے اپنی عقیدت کا احتمال اور نہیں
زندگی پر ان کے احتمالات کا اعتراف نہ کیا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں کا جتنا بڑا
ادھر سیوری ذخیرہ عربی، فارسی اور دوسرے میں موجود ہے کسی دوسری زبان میں نہیں آتا۔
نعمت عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے لغوی معنی تعریف یاد مصنف بیان کرنے
کے ہیں۔ مثلاً فارسی کے ہی شہر میں سے
جادید ہمی باش بایں نعمت بائیں و
پاکیزہ با اعلاق و پسندیدہ با فعال

نعمت کا لفظ اپنے لغوی معنی ہی میں استعمال ہوا ہے لیکن ادبیات اور صلاحات
شاعری میں نعمت کا لفظ اپنے مخصوص معنی رکھا ہے یعنی اس سے مرف آنحضرت
کی روح مرادی جاتی ہے۔ اگر آنحضرت کے سوا کسی دوسرے بزرگ یا صاحبی دام اکی
تعریف بیان کی جاتے تو اسے منقبت کہیں گے۔ آنحضرت کی درج چونکہ نہیں بھی ہر کسی
ہے اور نکلم میں بھی اور لئے اصول آنحضرت کی درج سے متعلق تراویح نکلم کے ہر کوئی کو
نعمت کہا جائے گا لیکن اور دوسری میں جب نعمت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے غایب
طور پر آنحضرت کی منکوم درج مرادی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا معنی کی مذکوری میں ”نعمت“ کا لفظ شاعری کی کسی ہیئت کی طوفیں
بکر رفت برفیخ کی حیات ادا شدہ کرتا ہے یعنی شاعری کی مختلف ہیئتیں مثلاً تھیدہ نہیں
غزال، اربابی، قطعہ، مسدس و محسن وغیرہ میں سے کسی بھی ہیئت میں نعمت کہہ سکتے ہیں۔

لیکن اس کے موضوع سے انحراف یا تجاوز نہیں کیا جا سکتا۔ فتح کا موضوع بنا ہر بستہ مختصر نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی حدیں صورت کی زندگی اور سیرت سے آگئیں ہیں ہیں لیکن بخوبی کوئی نہ سمجھ سکتا۔ اس کا موضوع حیثیت ایک انسانی شخصیم اور دینی موضوع ہے عظیم اس لئے کہ اس کا تعلق دنیا کی عظیم ترین شخصیت اور عین انسانیت سے ہے وہ کسی خاص قوم یا گروہ کے لئے نہیں بلکہ ساری اقوام علم کے لئے رحمت بن کر آیا تھا اور خدا امیر تعالیٰ نے قرآن حکیم میں جگہ جگہ اس کے اوصاف بیان کئے ہیں۔

جان بیک موضوع کی وعثت کا تعلق ہے اس میں آنحضرتؐ کی زندگی اور سیرت کے توسط سے انسانی زندگی کے سارے ثقافتی و تہذیبی پہلو اور سماجی و سیاسی یادگاری درآئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ادو فارسی کے بیشتر شعراء نے نہ موافق حضور اکرمؐ کے حلیہ اقدس واقعہ مراجع اور صحیحات ہی کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے لیکن فتح کے موضوع کا دائرہ اس سے بہت وسیع ہے اس میں شامل و مفصل کے ساتھ ساتھ معمولات نبوی، غزادت نبوی، عبادات نبوی، آداب مجالس نبوی، پیغامات نبوی اور اخلاق نبوی کے بے شمار پہلی شامل ہیں جن عمل، حسن سلوک، حسن خیال، حسن سیان، اور حسن مخاطب سے لے کر عدل والسفاف، جو سخا، ایثار و احسان، سادگی و بے تکلفی، مژرم و حیا، شجاعت و دیانت، عزم و استقلال، رسانا و تواضع، صہابہ نوازی و ایغایے عمد، زہد و قناعت، عفو و حلم، رحم و مرمت، شفقت و محبت، عیادت و تعزیت، رقیق القلبی و جان گدازی، رحمت و کرمت، الطہ طیع و لطف سخن اور انسانی ہمدردی و علخواری تک متدنی زندگی کا کونا پہلو اور کوشا رُخ ہے جس کی تعریف و ترویج و تزیین و تطہیر کا سامان فتح کے موضوع نہیں۔ حق بات یہ ہے کہ عظمت انسانی کے جتنے گیت آج تک بھائے کے ہیں اور ایک عظیم انسان کے بائے میں جتنے تصورات آج تک قائم کے ہیں وہ آنحضرتؐ کی رحمۃ اللعائین کے ایک ای جزو

کی حیثیت رکھتے ہیں۔

بدعتی یہ ہے کہ ہمارے میان مختیہ شاعری یا ایسی شاعری جس کے موضوع کا تعلق اسلام یا اسلامی اقدار و روابیات سے ہو کچھ زیادہ لائق پذیراً خیال نہیں کیا جاتا اول، تو ان اقدار کی تخلیق ٹھوٹ کہنے کے لیے۔ خلافیات اور تاریخ کا مضمون درس خیال کر کے ہمارے ناقدرین ان پر نظر ڈالنا ہی پسند نہیں کرتے اور اگر بے دل و تنگ نظری کے بغیر کسی سے اس پر توجہ کی تو ایسی ٹھوٹوں کو صفات سے قریب تر موصوف عاتی شاعری کا نام دیکر انھیں بے وعثت اور کم مایہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ایسے ناقدروں کے نزدیک موصوف عاتی شاعری بحیثیت مجموعی خارجی را قعات سے اور غیر موصوفی شاعری داخلی کو اتفاق سے تعلق رکھتی ہے۔ یعنی موصوف عاتی شاعری ان کے نزدیک شاید یہ ابھم رہے کہ اس کے نفس مضمون کا دراک ہم آسانی سے نہیں کر سکتے ہم نہیں جانتے کہ جو نظر رہتے والے ہیں اس میں کیا کہا جائے گا اور کس نقطہ نظر سے کہا جائے گا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ یوں فہمیا شاعری عالم محسوسات و کیفیات کی چیزوں کے سبب اپنے قاری یا صاحب کو قبول نہ فتح موصوف و موداد کا سراغ نہیں دیتی۔ سُنْتَ دَالا جَوْ كَچْهُ سُنْتَ بِهِ يَكَا يَكَ سُنْتَ بِهِ اَبْرَجَ كَچْهُ محسوس کرتا ہے وہ اچانک محسوس کرتا ہے۔ اس کے بعد کس موصوف عاتی شاعری جس کی شاندیگی بالعجم مراثی۔ فضائد۔ مقطوم افسانے اور تاریخی نظیں کرتی ہیں خارجی را قعات کا ایک مخصوص بلکہ جانا پہچانا پس منظر رکھتی ہے۔ یہ پس منظر کی جزوی طور پر نہیں اس ساتھ ہی صائم یا قاری کے ذمہ میں ابھر آتا ہے کو یا موصوف عاتی شاعری ہمیں پہنچے ہی اس بات کا سراغ دے دیتی ہے کہ کسی خاص نظم میں کی کچھ بیان کیا جانے والا ہے۔ اس پہنچی وقوف کا یہ اثر ہے تاہے کہ تم اس قسم کی شاعری اور اس کے مرضی عات کو کچھ بھی پیالہ نہیں کرنے لگتے ہیں اور ان میں زمان و بیان کی چاشنی کے سوا کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو ہمیں ممتاز رکھ سکے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو کہ اس قسم کی شاعری کا اصل بھر کوئی خالب

واعظہ پر تکہے جن کا حلقة اثر علیہ مانگی ناص علاوہ طبقِ الامت و قوم تک محدود ہوتا ہے۔
اس لئے اس کا دائرہ اثر چھپ زیادہ بڑی نہیں ہوتا۔

میری ناقص رائے میں موصوفیت شاعری کے بارے میں ہمارے ناقدرین کی یہ
راہیں سوچی بھی نہیں ہیں۔ دنیا کے شعری کارناموں کو ڈھنیں میں امباریے تو اندازہ ہو گا
کہ ان کا راز اسرار میں سے بمشترکاً تعلق نہیں موضعی شاعری سے نہیں عالم موضعی شاعری
شاعری ہے۔ کالیداں کے منظم ڈرامے، جو عربی المبدداً ڈلی۔ ویاس کی مباحثات
لکھی واس کی رائی۔ فتوحی کا شاہنامہ۔ نظامی گنجوی کا گھنے۔ درجن کی ایندھن کی
فودبیں گم شدہ۔ ڈانتے کی طریقہ ربانی اور گستاخی کی فاؤٹ۔ سب موضعی شاعری کے
ذیل میں آتی ہیں۔ لیکن کیا جس اس بتا پر کافی تھن ان نظموں کو کہہتے خیال کرے گا۔ اگر
جواب نہیں ہے تو پھر اس نوع کی وہ سری نظموں کو کام بایہ اور سبے وقت خپال کرنا اصل
بات ہو گا۔ بلکہ ایس کا مرثیہ ہو یا ہاتھی کا مسدس۔ میرمن کی مشرقی سخابیان ہو یا
دیا شنکلریں کی گلزاریں۔ بشی داقبال کی اکر بھی نقیبی، ہوں یا امیر بھمن کے نعمتی قیسیہ
ہمارے دور میں حفظ کا شاہنامہ ہو یا ماہر القادری کی تکمیر قدسی۔ عشرہ روں بھر کی کی
خوبیں تھیں یا عبد العزیز خالدی کی فارقلیط۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی بشرطیکہ دشاعر
و اوزم پر پوری اُرتی ہر جنپی موضعی عالی شاعری کی بنا، پر نظر انداز کرنا یا انسانی ہو گی۔

کسی نے کیا اچھی بات کی ہے کہ شاعری کے لئے موضعی بات کی کی نہیں ہے۔ بہ نہیں
کا ذرہ ذرہ شریں دھلنے کے لئے بیتاب ہے۔ صرف اسی ایک ایسے عالمی نظر من کا کار
کی ہے جو اعیش شر کا قالب عطا کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ شاعری میں موضعیات کے
اتخاب کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے جتنا کو موضعی کے بے جان جسم میں درج والیں کا۔ یہ
درج موضع کے ناجی پلچریں بھی کہیں کہیں جیسی ہوئی ہے لیکن جو پیغمبر اس کو پوری قوت کے
ساتھ برداشت کے کار لاتی ہے وہ دراصل کسی شاعر کی فتنی صلاحیت اور شخصیت ہے۔ مثال کے طور

پر تکی دس کی رائی ان کو لے لیجئے بقول فرقہ گورکھیوری رام اور سنتا کی کمانی بھی کوئی کمانی
ہے اس سے زیادہ دچھپ او حیرت انگریز کمانیاں آئے دن کمی اور سُنی جاتی ہیں لیکن جیب
انگریز دس جیسا جاودہ مکار اسے چھوٹیت ہے تو یہی کمانی مقبول خلافت بن جاتی ہے اور
اس میں غمہ کے ایسے آثار پیدا ہو جاتے ہیں کہ اس کا شمار دنیا کی بہترین نظموں میں
ہونے لگتا ہے۔ یہی صورت آنحضرت اور مولانا، پرمام دلہن، منزہ دا فریادب، سکرہ
دار، شیریں دزیاد، لیلی محیں، بہرہ الجفا، سستی بیوی، عمر اروی، بنے نظیر و بدر میز
اور بکاری و تاریخ الملوك کے انسانوں کی ہے۔ یہ انسانے بذات خود کی جیخت سے پیر
معمول نہیں ہیں۔ ان سے بہتر انسانے خلیم ترد اتفاقات اور اہم ترمذیات، ہیں اس
کائنات میں نظر آتے ہیں لیکن یہی معمولی فن کاروں کی بدلست جو خشت و بخاست ان
انسانوں کو عامل ہرگئی وہ دوسرا دفعات یا انسانوں کو میرتہ آتی۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ شعری تخلیق میں صرف موضعی کو اہمیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ
موضعی کو برستے کا سلیقہ بھی ناص اہمیت رکھتا ہے۔ اس سلیقے کا درس راتام انداز پر ہے
یا اسلوب ہے۔ یہ اسلوب فن کار کی شخصی قرتوں، اس کی تخلیقی نہر، توں اور فنی مداریوں
کے سارے تصور پذیر ہوتا ہے اور یہی کسی تخلیق کو ادنیٰ دامی و قسی و دامی یا صاحفی و
اویں مرتبوں پر فائز کرتا ہے لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ موضعیات و اتفاقات
یکسر غیر اہم ہوتے ہیں۔ بقیتا بعین موضعیات اہم بعض مم اہم اور بعض اہم تر ہوتے
ہوتے ہیں۔ صرف یہ کہ شاعری میں ان کی اہمیت کا انعام عام طور پر دلکش فنی اسلوب
پر ہوتا ہے کبھی اہم ترمذیات میں جگہ پاکر غیر اہم بن جاتے ہیں اور کبھی معمولی
موضعیات اہم تر ہیں جو ہونے لگتے ہیں۔ یہ کیونکہ ہوتا ہے اس کا جواب چند اس مشکل
نہیں ہے۔ فن کار کی خوش ذوقی فن، بالغ نظری، جمالیاتی احساس، بیویات کا
پاس امدادات، تحریفات کا تنوع، قادر الکلام اور ندرت فکر و خیال ایسی چیزیں

ہر جن کی بدولت ایک کم اہم موضوع شاخصی میں اکم بن جاتا ہے لیکن اس سلسلے میں جو چیز اہم ترین خیال کے جانے کے لائق ہے وہ شاعر کی جذباتی صفات ہے۔ جذباتی صفات سے مراد فن کار کا اپنے موضوع سے دھگا اگاؤ اور عقیدہ و اخلاص ہے جو اسے کسی موضوع کو شرکا قابل دینے پر بجور کرتا ہے۔ کوئی فن کا ترتیب اس جبر اندر ہوں کے ساتھ کچھ کتابے تو موضوع ذہن سے گزر کر دل میں اتر جاتا ہے اور اس انداز سے کہ ”گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔“ اب اس اخلاص شدید یا جبر اندر ہوں کو غالباً سکے لقطیں میں ”ول گداخت“ کہ لیجئے یا اقبال کی زبان میں ”خون جگر“ حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر نہ موضوع کی اہمیت محبوس ہوتی ہے اور نہ فن کی عظمت۔ گویا کئے والا تک خود اپنے جذبے اپنے تجربے اور اپنے منشی سے متاثر ہو وہ اپنے کلام سے درودوں کو ستائیں کر سکتا۔

چاپ کی فلسفیات مضاف میں کو شعر کا موضوع بنایا جاتے یا اخلاق و مذہب کو علم معاشرتی کو نیز بحث لایا جاتے یا اماری خیال داقعات کو۔ قیام داستان اور تدقیق روایات کو نظم کیا جائے یا موجودہ سیاسی و سماجی مسائل کی۔ اشتراکیت و اشتہارات پر طبع آزمائی کی جائے یا ساری دھمکیوں پر اضطررت اس بات کی ہے کہ تجھ کچھ کما جائے اسے عقل و ذہن کی طرف سے آتا کر احساس و جذبہ کی ہماریوں میں دبویا جائے ورنہ اس کا رسکی بیان قادر لکھا می اور فتنی مسارت کے باوجود بے اثر ہے گا۔

دنیا کی شاہکان نظموں کا مطالعہ بتاتا ہے کہ مذہبیے سے گریزی ذہنی وابستگی اور ذہنی تکاؤ کی بدولت بہت سے ایسے مذہبی ملحوظات آفاقت اور ابدی ہن کے ہیں جنہیں آج ہم اپنی کچھ فہمی اور کوئاہ نظری سے طبقائی یا ہنگامی خیال کرتے ہیں مثلاً میش کے ”زندوں گم شدہ“ میں کھل کر عیسائیت کی تبلیغ کی گئی ہے۔ وہ جل کی ”آئندہ“ میں رومانی برتری کا راگ الایا گیا ہے۔ فردوی کے شاہنامہ میں قدیم ایرانی مشتناہیت کو اسلام کی ”بزرگ“ تحریک سے عظیم تر ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ نظامی کے سکندر نے اسے میں قتل سے

کے ایک پیر مسلم ویانا فناخ کے کارنا میون کو سراہا گیا ہے۔ کسی داں کی رامائی میں بھگت تحریک کو تقویت پہنچانی بھگتی ہے۔ ہمارے دور میں ملا مصطفیٰ قیائل نے کھل کر اسلام اور اس کی برکات کو شاعری کام میشور ہنا یا لیکن کسی میں ہمت ہے کہ ان کی شاخزاد عظمت کو ان سے انکار کر سکے۔ بات ہر فی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کہا ہے وہ جذب اندر ہوں سے بجور ہو کر کہا ہے۔ قلبِ روزگار کی گمراہیوں میں اٹاڑ کر کہا ہے اور احساس کی پوری شدت کے ساتھ کہا ہے۔ ان کے یہاں میشور یا انگریز کی نویسیت مخفی فلسفیات اور عظمتی تھیں ہی بلکہ جعلی اور جذباتی ہرگز ہے۔ ان کا بیان و اعفار ای اخطیبا اور فن کے بجاتے فن کو ادا اور شاعر اور ہرگیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مذہب کسی نالا کا مذہب نہیں رہا بلکہ دنیا کے سارے صاحبین ذوق کی طائفت درود خیزی کا دمیلہ بن گیا ہے۔

ان حقائق کے باعث ہمارے یہاں اکثر شرعاً تاریخی و اجتماعی و سائنسی و سیرت اسلامی تعلیمات و پیغامات اور اخلاقی مرضیو عادات پر طبع آزمائی گرنا کریشن کیجھی ہیں جو تو یہ ہے کہ بعض ان پیغامات کو شروع و ختم کے لئے مصلح قرار دیتے ہیں۔ ان نام نہاداً و خیال شرعاً کے نزدیک شاعری میں مذہب کا نام لینا تنگ نظری، اس کے پیغام کو خام شاعر سے زیادہ بیش و دین ہوتے ہیں۔ ان کا یہ بھی تھیں ہے کہ اس قسم کی شاعری چونکہ میشور عقائد و نظریات سے تعلق رکھتی ہے اس نے عین دلکش اور بے جان ہوتی ہے اس میں جو اس کی دلچسپی کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ ایسی شاعری صرف سلماfon کو نہ بھی عقائد کے سارے مساتر کرتی ہے۔ غاربی سی نام خیال ہے جس کے سبب ایک دشمنوں کو چھوڑ کر اڑو دیں کسی نے اسلام اور اس کے عالمگیر پیغام کو راہ دینا پسند نہیں کیا۔ اس کے عکس طویل طویل خیالی افسانوں، حسینیاتی داستانوں اور عینزد باغوں کے بعض مذہبی تاریخی اور

نہم کاریکٹر کو ارادہ تھم کا جادہ پہنچنے کی پوری گوشش کی گئی ہے اب کوئی کوئی حرمت
جو گلی کی ملٹن کی فردوس گم شدہ، کالیدس کی شکستا اور گلار سنبھو۔ فردوسی کے شاہ نامہ
تفاوی کے سکندر یا سہ، عمار کی منطقہ الٹیر، مولا نادرم کی مشینی صفوی، تسب مسن،
پارند ببار، دنامہ عجائب افروزستان ایمیر نزہہ تک، کو ایک باریں کی کمی بار ارادہ میں نہنم
کیا گیا ہے۔ اولگ، بات ہے کہ نقشِ خلی سے نقشِ دوم کی ایک جگہ بھی مہر ثابت
نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آرچ بست کم لوگہ ہیں جو اس تھم کے مترجم شاعروں کے نام سے بھی
عاقبت ہوں۔ بات نہیں کہ ان مترجم ترجیح کرنے والوں میں شاعرانہ ملا میتھل کی کمی
ایسا نہیں ہے۔ صرف یہ کہ تعمیدی روحان نے ان کی فظیلوں میں وہ انفرادیت نہ پہنچانے
دی جو اونکی شہرت و محبوبیت کا ویلہ بن جاتی۔ اس کے بعد میں شاعروں نے اپنی
زین اپ پیدائی ہو راضی ہو مذکور کا اعتماد اپ کیا، یعنی یہی مرضی عاتی شاعری ایسے
بلڑ مقام پر ٹھیکی جان اشدمی کی توفیق یاد اجاتی ہے۔ اس لئے کمی کا قد کاری خیال کرتا
کہ نہ ہی شاعری یا فنت کوئی کو تیوں نام نہیں حاصل ہو سکتا، کم کا ہی اور بے خبری کے
سرادار کچھ نہیں ہے۔ جیسے اکہ میں شرطیعے میں کہ چکا ہوں ارادہ میں فنت کے مرضیعے کو جسیں
شرانے پڑے، سیلقتے بر کا ہے۔ اس سیلقتے کے بثوت میں ایک دشمنیاتیں نہیں
 بلکہ خاصاً ارشادی ذخیرہ پیش کیا جاسکتے ہے۔ اس ذخیرے کا ایک حصہ تو ایسا ہے جو
صرف یہی نہیں کہ فنت کوئی کر سکی لوازم کو پورا کرتا ہے بلکہ محاسن لفظی و معنوی کے کچھ
سے بھی شاعری کے مردجمہ معیاروں پر پورا ہوتا ہے۔

عریٰ و فارسی لغت اور اردو پہلے اُس کے اثرات

ارادہ میں فنت گوئی کافی عربی اور فارسی کے زیر اثر آئے ہوڑھا ہے۔ عربی کے عوائد
ترین لغت گو شاعر حسان بن ثابت ہو رکھب، بن زہیر ہیں۔ وہ نوں کا آنحضرت کے حضور میں
نقیب اشعار نسلے اور اپ کی زبان مبارک سے دادو تحسین شامل کرنے کی سعادت نقیب
ہوئی۔ معتبر و مستور ادیوں نے بیان بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے سجد بیوی میں ایک منصب
حسان بیج ثابت کے لئے مخصوص کر دیا تھا۔ حسان اس پر کھڑک ہو کر استخار پڑھا کرتے تھے
اور آنحضرت اُخیں داد دیتے تھے۔ ایک بار حسان سجد بیوی میں اشعار پر ہو رہے تھے حضرت
 عمر فضی اشد حقائی انداد حسے گز دے تو حسان کی اشارہ منع کراچا ہا۔ حسان نے جواب میں کہ
میں سجد میں اس وقت اشعار پڑھنا تھا جب کہ وہ شخص موجود ہو تا تھا جو تم سے بہتر تھا۔ حضرت
عمر خاصوی سے گزر گئے۔ آنحضرت نے حسان بن ثابت کے کمی و مقصوں پر فرمائش کی کہ بھی شاعر
کہدا ہے ہیں، اور ان کے کلام کو من کر ان کے حق میں دعا کے خیر کی ہے اور اصلاحی مسخرے
بھی دیتے ہیں۔

عربی کے درجے شاعر ہمیں فنت گوئی میں خاص شہرت حاصل ہے کعب بن زہیر ہیں
کعب پیغمبر کافر تھے اور آنحضرت کی، جو کیا کرتے تھے۔ نسبتہ ان کے متمن عکھتھا کجہان میں
قتل کردے جائیں۔ کعب چھپے چھپے پھر تھے۔ ان کے بھائی اگرچہ ایمان ناچکتے ہیں کہ
خدا اسلام مقول نہ کرتے تھے۔ فتح نکس کے بعد جب آنحضرت کے عقبہ در گدر کا ہر طرف پر چاہا
تو وہ بھی، خلاق بھری سے متاثر ہوئے بغیر نزدہ گئے۔ رسول اکرم مدینہ نبوہ میں تھے ایک

رات جبکہ آنحضرت مسیح بن مسیح کتب، اچانک اپنی ادویہ پر وہاں پہنچ اور آنداز دی کہ میں کعب بن زیر ہوں اور صرف بے اہلام ہونے آیا ہوں۔ حضور اکرمؐ بست خوشیدھ کعب نے حضورؐ کی شان میں اپنا قصیدہ پیش کیا۔ آنحضرت نے خوش برکات سارے مبارک کعب کو بطور انعام دی۔ کعب کا یہ قصیدہ "بانٹ معلاد" کے نام سے مشورہ ہے اور من نخت گوئی میں ایک سنتے باب کا اتنا ذکر تا ہے۔ اس نعمتیہ قصیدے کی تشبیہ عربی قصیدہ کے لوازم کے مقابل بھاری اور عاشقانہ ہے۔ مژروح کے چودا پندرہ اشعار کعب نے اپنی محبوبہ مصلحؐ کے حسن و حلال میں کئے ہیں اوس کے فراغ میں اپنی بے قراری دبیے اپنی کا حال بیان کیا ہے۔ محبوبہ کے ذرکر کے بعد اپنی اوضاعی کی تعریف میں شور کے ہیں۔ ان اشعار میں نادگی تیز رفتاری۔ حسن و حلال۔ طلاقت و شرافت اشعار کے خوبصورت تنساب اور فرش و نسب کا ذکر مستقر لازم پڑتا ہے میں آیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت کی درج شروع ہوتی ہے۔ سائٹھ اشعار کے اس قصیدے میں چھیس اشعار درج کئے وقت ہیں۔ درج میں حضور اکرمؐ کی ذات مبارکؐ کے ساتھ ساختہ ان کے محابیوں اور ان کے جان شاروں کی بھی تعریف کی گئی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہب بن زیر نے یہ شعر پڑھایا۔

اَنَّ الْوَسْلَلِ اَسْنَوْهُ يَسْتَهْنَعُ بِهِ

حَمْدُ اَسْ مَيْوَفُ اَشْهَدُ مُسْلِمٌ

دَبَّ شَكَّ آنحضرت فوری ہیں جن کی سحرت روشنی دہائیت حامل ہوتی ہے اور افسر کی تکاری میں بے نیام شکریہ ہندی ہیں۔

آنحضرت مسیح بن زیر کے بزرگ کعب بن زیر کو غسل دی۔ بردہ کے منی، مدایا چادر کے ہیں چونکہ حضورؐ نے اپنی چادر در بردہ اس قصیدے کی تحسین میں کعب بن زیر کے سر پر ڈال دی تھی اس سے اس قصیدہ کو قصیدہ بردہ بھی کہا جاتا ہے۔

کعب بن زیر کے قصیدے کی تشبیہ بطاہ ہر ایسی ہے جو نعمتیہ قصیدے کے لئے مناسب نہیں تھی۔ درج کے اشعار میں بھی بعض تشبیہیں اور بعض بیانات بطاہ ہر یعنی مناسب نہیں تھیں کعب بن زیر نے تخفیں اس عن کاری اور خلوص کے ساتھ برتاؤ ہے کہ ان میں باعتباً صحنی کوئی ایسا پہلو نہیں تکلاتا ہے آنحضرت کی شان میں ہوئے اوب سے تبیر کیا جاسکے اسی لئے رسول اکرمؐ نے بھی اس قصیدے کو پسند فرمایا۔ اس پسندیدگی سے نعمت میں بہار اور عشقیہ تشبیہیوں کے لئے جواز پیدا ہو گیا اور اور دیں محسن کا کوروں کا قصیدہ لامریہ فہریٰ تیخانت واصطلاحات کے استعمال کے باوجود سخن قرار پایا۔

بیرونی عربی شعروں میں نعمت گوئی حیثیت سے متاخر ترین نام ابو عبد اللہ محمد بن زید بوصری (مشرف الدین) کا ہے۔ بوصری مصر کے ہے والے تھے۔ ۷۰۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۹۵ھ میں بمقام اسکندریہ وفات پائی وہیں مدفن ہیں۔ گویا بوصری کا زمانہ آنحضرتؐ کے وصال سے کمی سدی بعد کا ہے۔ بوصری حب رسول سے مرشار ایک صوفی منتشر تھا۔ ان کا نعمتیہ قصیدہ جسے تافی کی رعایت سے قصیدہ ممکیہ کہا جاتا ہے بہت مشور ہوا اور اس کی بدلت اس کی شہرت عرب و عرب سے باہر و درسے اسلامی ممالک تک پہنچی۔ کہا جاتا ہے کہ بوصری نے یہ نعمتیہ قصیدہ اس وقت کہا جب دھنست بیمار تھے۔ خواب میں بوصری نے یہ قصیدہ دربار رسالت میں پیش کیا۔ آنحضرت بہت خوش ہوئے اور اپنی ردائے مبارک بوصری کے جنم پر ڈال دی۔ تذکرہ ۱۳۰۰ مولیٰ تو بوصری نے محسوس کیا وہ تیزی سے سخت یا بہر بے ہیں۔ اس روایت کی عایت سے بوصری کا قصیدہ ممکیہ قصیدہ بردہ کے نام سے مشور ہوا چنانچہ عربی شاعری کے سلسلے جب قصیدہ بردہ کہا جاتا ہے تو اس سے بوصری ہی کا قصیدہ مراہلی کہا جاتا ہے۔ بوصری کا قصیدہ بردہ سرتاسر آنحضرت کی عجت میں ڈوبا جاتے ہیں وہ سوزد گداز اور شفیقی دل بوجوگی سہے کہ شاید باید۔ قصیدے کی تشبیہ کا انداز وہی ہے جو

کعب بن زہیر کے "بانت سعاد" کی تشبیہ کا ہے۔ فرق یہ ہے کہ پوصیری کے قصیدے میں جس محبوب کا ذکر ہے وہ خود اکھرست کی ذات ہے۔ یعنی قصیدہ بردہ میں محبوب و مددح ایک ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کعب بن زہیر کی تشبیہ کامحوب جدا اکاخنفیت کا حوالہ ہے۔ پوصیری نے اپنے قصیدے کا آغاز دیار جیش کے ذکر سے کیا ہے اور فرمادیں "کاظم اور کوادشم کے حوالوں سے فراق محبوب میں اپنی مجوزیت کا بیان نہایت پُرسوزد پُرا شرانداز میں کیا ہے۔ تشبیہ کیا ہے؟ نظیری دعائی کے رنگ کی عاشقانہ غزل ہے۔ جب یہ عاشقانہ غزل مددح کے ذکر سے منلک ہوتی ہے تو بتہ جاتا ہے کہ محبوب و مددح دونوں ایک ہی ذات، گرامی کے نام ہیں۔ عربی میں اس قصیدے کی تقدیر میں کمی نظری تقدیر لکھے گئے ہیں لیکن عرب قبول نام پوصیری کے قصیدے کو حاصل ہوا ہے کہ کسی دوسرے کو میرزا کیا۔ حسان بن ثابت، کعب بن زہیر اور پوصیری کے نعمتیہ نصائر کا ذکر اور دو قصیدے کی تاریخ میں اکثر آتا ہے۔ ادو شعراء کے اشعار میں بھی ان مقامات کا حوالہ بطور ترجیح آیا ہے بیت کے جلسوں اور میلاد و شریعت کی مغلتوں میں ان مقامات کے بعض شکریت، آج بھی پڑھے اور سنے جاستے ہیں۔ بعض شعراء نے پوصیری کے قصیدہ بردہ کا منظوم ترجمہ بھی کیا ہے۔ خان ساہ پیرزادہ محمد سین عارف کا مظہرم ادو شجر خاتون پاکستان کراچی (۱۹۴۲) کے رسول نہریں صفحہ ۱۹ پر شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ میری نظر سے گزارا ہے۔ ہر لحاظ سے قابلِ مطالعہ ہے۔ ان اسموں سے اخدازہ کیا جاسکا ہے کہ عربی کے نعمتیہ نصائر اور نفت گو شعراء اے ادو و ادر اور دان طبعہ کوکس کس طرح ممتاز کیا ہے۔

سمندی جیشیت سے ادو و نفت گوئی نے عربی سے کمیں زیادہ فارسی کا اثر بقول کیا ہے۔ یوں تو فارسی کے اکثر شعراء کے بیان نفت کے مبنے ملتے ہیں لیکن ادو و نفت کوئی نہ ہو جنہر امیر خسرو و مولانا جامی اور قدسی وغیرہ نے بطور خاص ممتاز کیا ہے۔ سعدی کے یہ چار صفحے دیکھئے ۔

بلخ العلا بحکمالہ کشف الدجۃ بجمالہ
حسنَت جمیع خصالہ صلوٰ علیہ والہ
ہر چند کیے مھرے فارسی میں نہیں عربی میں ہیں لیکن ادو و خوان طبقے میں اس پر بحسب
متقول ہو گئے کہ ادو و شریعت کی طرح زبان زو خلافی ہو گئے۔ ان معزروں میں عدو ہے نے
زبان و بیان اور فکر و فن کا ایسا جا بوجا گایا ہے کہ وہ نظرؤں میں کمیت اور دلوں میں ارتستہ
چلے جاتے ہیں۔ فضاحت و بلاعثت کی حدیں ان معزروں پر ختم ہو جاتی ہیں۔ ماداً جسیکہ
عربی فارسی اور ادو و خوان سمجھی ان کو صحیح لیتے ہیں اور پس کاری کا یہ حالم کہ قلب دروح دوہی
صحدر ہو جاتے ہیں۔ ادو و شریعت نے فارسی گو شعراء کی اکثر نعمتیں پر فتنیں کی ہیں، اور اُن
زین میں کمی ہیں لیکن سعدی کے نیچے کوہرہ بالا چار معزروں کو باختہ لگانے کی ہبت یوں ہیں
ہوئی کہ ادو و میں اس زین کے قافیہ ہی موجود نہیں ہیں۔ مولانا حامد حسن قادری (راز)
نے البتہ ان معزروں کی زین و قافیہ میں مندرجہ ذیل چار صحرے بطور قصیریں کہے ہیں۔
اکنہیں دل جو کر دیں حوالے ہیں تو کوہرہ بالا میں کا سنبھالے ہے
ہنیں جانیں جانے والے ہی کہیں وصف اُن کے زوالے ہی
بلخ العلا بحکمالہ کشف الدجۃ بجمالہ
حسنَت جمیع خصالہ صلوٰ علیہ والہ
ہر چند کو مولانا مرحوم عاشقانہ رسول میں سچے لیکن ان کے صورت پر برمی کے
معزروں سے لگائیں کھاتے۔ ان سے مولانا کی قادر الکلامی امینہ باندانی کا اخدازہ تو ہو جاتا ہے
اس لئے کوئی ناخن نے عربی قافیوں کے لئے ادو و کافی کی نہ کسی طور پر پیدا کر لئے ہیں لیکن
جبان تک لھافت شری کا تعلق ہے ان معزروں میں نہیں ہے۔ سعدی کے صحرے جسیں بیان
اور حسن خیال دہنوں کے اختبار سے اچھوتے ہیں۔
ان عربی معزروں کے علاوہ سعدی کے فارسی کلام کے بعض نعمتیہ شکریت بھی خاص نہ ہے۔

ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کی وہ نعمتیہ شنوی خاص طور پر قابل ذکر ہے جو پوتاں عدوی
کے شروع میں حمد کے فراز بعد نعمت سرور کائنات کے عنوان سے دی ہوئی ہے۔ اس
عنوان میں تیس اشعار میں چند منتخب شعر دیکھئے ہوں۔

کیم استجایا جمیل الشیم بخرا البرایا شفیع الامم

امام رسول پیشوائے مسلم این حندا مسیط حبیر میں

لیئے کہ چونچ فلک طور اورست همس نورنا پر تو زرا و موت

نمادنہ بخضیار کے درگرد کے دار و چنیں سید بیش رو

چو نشت پسندیده گویم ترا علیکم، الاسلام اے بنی الورا

درود ملک بر روان تو باد بر اصحاب و پر پروان تو باد

یہ نعمت بحر مخابر ہے اور ایسی دعا اور شکوفت ہے کہ پڑھنے سے
تفہی رکھتی ہے آخوندی شعروں میں خلفاء راشدین کی درج ہے اور دریان میں مشور شتر
حشت، گوئی کے باب میں بلبلہر بجز کلام آتا ہے۔

اگر میک سر موئے بر تریم

فروریغ محفل بسوذ دیم

حضرت امیر خروگی نعمتیہ شاہزادی نے اور دو کے عالم خاص دونوں حلقوں کو مناشر کیا ہے۔

عجمتہ خاص میں ان کی نعمتیہ مطالعہ کے دریے اور حلقہ عام میں محلہ صالح کے دریے

جزوی ہے۔ باہمی ہے کہ حضرت امیر خروگی صرف شاہزادو عالم ہی نہیں، صرفی با صفا بحی سکھے

حضرت نظام الدین اولیا سے ارادو بخت خاص رکھتے ہیں۔ ان کی نفع کو قبل عام حاصل

ہوتا ہے۔ ایک دو تو ایسی ہیں کہ سرتاپا کیون دخنا میں دویلی ہوئی ہیں اور آج بھی بڑے

فوق و مشرق سے پڑھی اور رکھنی جاتی ہیں۔ ان کی دو منزل نعمتیں حسن داشت کے حافظے

عجیب و غریب ہیں۔ دونوں کے سلطنت اور عقبیہ بطور عالی و میکھنے چلے ہوں۔

(۱)

نمی دا تم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہر تو قیل بیل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر محاسن بود اندر لامکان خسرو
خوب شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

(۲)

اے چڑہ زیارتے تو رنگ بستان آذری
ہر چند و صفت می کنم دھریں ذان زیارتی
خرس و غریب اسٹ و گدا افتاد دیر شہر شنا
باشد کہ اذ بہر خند اسٹے غریبان بکری

یہ نعمتیہ غربیں جیب کوئی سخنی مستانہ دار پڑھتا ہے تو سخنے والوں کے دل میں
سے باہر آنے لگے ہیں۔ وجہاں کیف دشاط کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے رعن اُب
تڑپ اُخٹتی ہے۔ غالباً نے شاید ایسے ہی موقعوں سے متاثر ہو کر سوال کیا ہے کہ سے
جان کیوں نکلنے لگتی ہے توں سے دم سماع
کس کی صدائی ہے چنگ ٹرباپ میں

حضرت امیر خروگی طرح مولانا عبد الرحمن جامی اور حضرت محمد جان منڈی کی
نعمت گوئی نے بھی اردو کی نعمتیہ شاہزادی اور نعمت گو شعر پر گمراہ ڈالا ہے بلکہ وہ
کہا چاہئے کہ اردو شوارنے جتنا اثر قدسی و جامی کی نعمتوں کا قبول کیا یہ کسی اور فارسی
شاعر کا قبول نہیں کیا۔ سیرت مکے حلبوں سے لے کر سماع کی مغلوبیں تک ان دونوں کی

نے حضرت امیر خروگی نعمت راقم الحروف کو ان کے کسی دیوان میں نظر نہیں آئی، لیکن ایک مدت
آنہی کے نام سے منیب چل آرہی ہے اور اُنھیں کے تخلص کے ساتھ۔ (د.ن.)

بند دیکھتے چلے ہے

کیستم تا بخوش آزادم بے ادبی
قدیمان پیش تو در و قن حاجت طلبی
رفتہ رخواش بدیں زمزمه زیری بی
مر جا سیدی کی مدنی الحرمی
(غائب)

دل و جان باد فرایت چ عجب خوش لفظی
ہوں تو ماش مگر اعلاق یہ ہے با بل
یہیں غلام اور وہ حاس بھائیں مت دہبی
یابنی یک بگر لفہت یہ اتنی دابل
مر جا سیدی کی مدنی الحرمی
دل و جان باد فرایت چ عجب خوش لفظی (موزر)
تو فنا جامی کی نعمتوں میں سب سے مشور نعمت وہ ہے جس کا مطلع ہے ہے
لی جبیت عربی مدنی فسروشی
کر پڑو در دعویٰ شایدی و خوشی
شاہ عبد العزیز ولیم کے مندرجہ ذیل چاہی صورتے ہیں جس کا مقبول نہ ہے ہیں ہے
یا صاحب ابجمان دی اسیدا البشر
من و چمک المیزونت نور المتر
لا یکن اشناها کاون حصن
بعد از خدا برگ توئی فحصہ محقر
پو تھا مصدر ایسے معکے کا بے کہ ہر قسم کی تعریف سے بالا ترست چند اعظوم
جی اس مصدر میں سب کچم کہہ دیا گیا ہے اور اتنی باغفت و اخشار کے ساتھ کہ اسے

عنین بعد شوق پر می اور کافی جاتی ہیں۔ سُنْتَ وَالْجَهْوَمُ جَوْمٌ جَاتِيَّةٌ هِيَنْ عَقْلُ الْأَمَمِ
کے قدموں پر گردی ہے: روح پر لطف در جا کی ایسی بہت نام کیفیت طاری ہر جاتی ہے
کہ حافظہ کی یہ غزل بے ساختہ زبان پر آ جاتی ہے ہے

بیانگل بیغشانیم وے درسا غاندانیم
غلک را سبقت بشکانیم و طرس دیگراندانیم
چول و دست است راش خوش بزن طرب سے بیٹھ
کو دست افشا غول خوانیم پاک بار سراندا نیم

قدّسی کی ایک نعمت تو فکر و فن اور جذب داشت کے محااطے ایسی بند پایہ ہے کہ
دوسری زبان میں اس کا جواب ملنا مشکل ہے۔ میری مراد اس نعمت سے ہے جس کا مطلع ہے
مر جا سیدی کی مدنی الحرمی
دل و جان باد فرایت چ عجب خوش لفظی

اس نعمت کی تقویت کا اندازہ اس سے رکھیے کہ اردو فارسی یکڑوں شواہنے
ہے کے اشعار کی تضمین کی ہے۔ اس نعمت کی نفس نما اردو تضمینوں کا ایک مجموعہ حدیث
ندسی تک نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اسے فاضی محمد نظر نے مرتب کیا ہے اور طبع مخدومی
میمی سے ۱۷۸۰ء میں چھپا ہے۔ اس میں تقریباً ایک سو اردو شعرا کی تضمینوں شامل
ہیں۔ لیکن اس مجموعہ کے علاوہ سمجھی مختلف جملیوں میں اس نعمت کی اور بہت سی تضمینیں
میری نظر سے گفری ہیں۔ ان تضمینیں نگاروں میں اور وہ کے ممتاز غزل گو شاعر موسیٰ اور
 غالب کے نام جی سلسلے ہیں۔ غالب کی تضمین فارسی میں ہے موسیٰ کی اور دو میں۔ ہر چند
کہ ڈرلوں کے اشعار قدسی کے مقابلے میں کم تر درجے کے ہیں بایس ہمہ مومن کی نسبت
 غالب کے مصروفے فارسی میں جو نئے کہ بسب ایسے ہیں کہ ان کی میزید کاری قدسی کے
مشوار کے ساتھ بے جو نہیں صائم ہوتی۔ لیبور مثال ان تضمینوں کے صرف ایک ایک

ہبتر کا تصور ناممکن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی و عربی میں ہونے کے باوجود

مصبھ اردو میں ضرب المثل میں گیا ہے۔

سعدی، خسرو، جامی، قدسی کی طرح عربی، عراقی، صائب، بقیٰ، بیدل
غالب اور بعض دوسرے فارسی شعر کے سیاں بھی نقیصہ شاعری کی نایاں بلند پایا شائیں
لمتی ہیں۔ عربی کے سیاں تو متعدد طویل نقیصہ تقدیمے نظر آتے ہیں اور ان سب سے اردو کی
نقیصہ شاعری اور لغت گو شعر کو متاثر کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اردو کی لعین دوسری
اصناف سخن کی طرح لغت گوئی کے مشیر لوازم و مالیب ہی کے زیر اثر اردو
میں آئے ہیں اور فارسی شعر، ہی کی رہنمائی میں اردو کے لغت گو شعر نے آگے قدم
برھایا ہے۔ فارسی لغت گوئی کی روایت شنوی، قصیدہ، قطعہ اور رباعی وغیرہ کی صنفوں
میں چلی آرہی تھی۔ غزل میں بھی اس کا داخلہ منورہ رہتا اردو شاعری میں بھی لغت کی
یہی صورتیں جگہ پا گئیں۔ لیکن فارسی لغت گوئی کے علاوہ بھی، پاک و ہند کی تندیبی و
شدنی زندگی میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جنہیں اردو میں لغت گوئی اور لغت کی بقولیت
کا عمل سبب اور محکم کر سکتے ہیں۔

اردو میں لغت گوئی کی مقولہ لیست اور اس کے اباب و حرکات

لغت گوئی کا اولین محکم صلب ہاؤں کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ لغت کا ذکر کا ذکر کرنا
ان کی سیرت و شخصیت سے عوام اتنے س کو روشناس کرنا، اُن کی پریوری و تکفید کی تعریف دینا
اور ان کے نام پر درود وسلام بھیجا کار و قاب اور ذریعہ بخات ہے۔ اس کا برواب برواب
ذریعہ بخات کی خاطر تحریر و تقریر ہے، وہ میں ہر شخص نے اپنی بڑی دل بھر بربت رسول گو
جگہ دینے کی پوشتی کی۔ بعض نے مفکراً، آخریں اور عالماء خطبے یاد گار چھوڑنے سے بعض
نے سیرت بزرگ پر بلند پایہ کتی ہیں اور بعض نے تندانہ تحدیدت کے طور پر
اعلیٰ درجے کے نقیصہ تقدیمے اور وہ مرنی تھیں کہ دالیں۔ لیکن ایسے کاموں کے لئے عقیدت
و بخات کے ساتھ ساتھ وسیع مطالعہ اور حکیمی صلاحیتیں بھی درکار تھیں۔ ظاہر ہے کہ بعض
میں یہ صلاحیتیں نہ تھیں اس لئے اس کی آسان صورت یہ تھی کہ جو لوگ تحریفی بست
تیرت تحریر رکھتے ہیں وہ سیرت بخوبی پڑھوٹی مونٹی کت میں لکھ دیں یا انظمہ دفتر کو ہاگہ سریوں
شریف کی مخلوقوں کے لئے کتابچے مرتب کر دیں اور جو لوگ شعرو شاعری سے لگاؤ رکھتے
ہیں وہ ایک آدھ نقیصہ غزل کہہ دالیں۔ پیغمبر نہ سفرہ عنان۔ ایسا بہن، اورہ مہمند وہ
طبعتوں کے لئے سب سے آسان اور زچپ آخري صورت تھی اس لئے لغت جتنی ہے۔
یہیاں بچھوٹے بڑے، عورت اسڑا اور بوڑھے، جوان سب کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ میتھے
معیاری اور غیر معیاری نقشیں کا ایک بڑا ذخیرہ اردو میں جمع ہو گیا۔ اتنا بڑا ذخیرہ کہ
عربی و فارسی زبانوں میں بھی اس کا جواب نہ مل سکتا۔

نعت گوئی کا دوسرا بڑا اخراج بعین علار و صوفی مصلحت شاہ نیاز بریلوی، بیدم شاہ
وارثی اور مولانا احمد صاحب خاں صاحب بریلوی کا دویزیرہ کا وہ شفعت و توجہ ہے جو انہوں
نے نعت پر عرف کی ہے۔ انہوں نے اعلیٰ درجے کی نعمتیں بھی کیں، اور اپنے نعمتیہ کلام
کے مجموعے سے بھی مرتب، کئی چونکہ سب اپنے شاگردوں اور ارادہ مسندوں کا ایک بڑا حلقہ
بھی رکھتے تھے اس لئے ان کی نعمتیہ شاعری کو شہرت ملنے میں دیرینہ لگنی بعین شاگردوں
اور مریدوں نے اپنے مرشد اور اسادے سے ستارہ ہو کر خود بھی نعت گوئی اور نعت خوانی کر
اپنا مشغله بنایا۔ ان میں سے جو محض تعلیرتے وہ گلناام رہ گئے لیکن جن لوگوں میں کچھ
سکت تھی وہ اپنے مقصد میں کسی نہ کسی حد تک کامیاب ہوئے عام شعرائی فرشت
میں نہ سی کم کے کم رسمی نعت گو شعرائی فرشت میں ان گلناام دا خل ہو گیا۔ اس حلقے
سے تعلق رکھنے والے شمرا اور ساعین نے نعمتیہ مشاعروں کی بنا ڈالی۔ ان مشاعروں
میں دوسرے شفرا بھی شرکت کرنے لگا۔ یہ شاعرے چونکہ طرح و غیر طرح دو فن طرح
کے ہوتے تھے۔ اس لئے ہر شاعر کو کچھ کہنا پڑتا تھا۔ پھر ان نعمتیہ مشاعروں کے
گذرے شائع ہونے لگے اور مشاعر و مشاعر سب کو اپنا گلناام اور کلام چھپانے اور مشہور
ہونے کا موقع مل گی۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے بلکہ اخبارات، ریڈیو، ٹیلیوژن اور
بعین دوسرے دسائل نے اس میں ایسی سولت، عمومیت، پیدا کر دی ہے کہ نعمتوں کی
مقدار میں اس کا معیار گہم ہوتا جا رہا ہے۔

نعت گوئی کا تیسرا بڑا اخراج میلاند مشریف کی مخلوقوں کا انعقاد رہا ہے۔ میلاند
یا مولود مشریف کی مخلوقیں پہلے بکثرت متفقہ ہوتی تھیں۔ آج ان میں کچھ کمی واقع ہو گئی ہے۔
ملاند دیوبند اور ان کے مخلوقوں سے مخلوقیں اٹھ چکی میں اور اٹھتی جا رہی ہیں لیکن ملنانے
بریلوی کے مخلوقوں میں یہ مخلوقیں آج بھی مقبول ہیں اور ان مخلوقوں میں نعت کے ساتھ درود
سلام بھی پڑے جوش و خروش سے بآذانہ بند پڑھا جاتا ہے۔ دوسرے مخلوقوں میں میلاند مشریف

کے نام سے نہ سی کسی اور نام سے سی سیرت، انتی کے جلے بہر حال آئے دن متفقہ ہوتے
رہتے ہیں۔ ان میں شایدی بھی کوئی جلسایا ہوتا ہو جس میں تلاوت کلام پاک کے بعد نعمت نے
پڑھی جاتی ہے۔ نیچجہ یہ ہے کہ شاخنی کی کسی اور نعمت سے عام مسلمان دافتہ ہوں یا نہ
ہوں لیکن نعمت، کاتام اور اس کا اصطلاحی معنی مسب جانتے ہیں۔ بچے، طبلہ، نوجوان
اور بڑھے سبھی مذہبی جمیع مخلوقوں میں نعمت پڑھنا اور سنا پسند کرتے ہیں اور اس پسندیدگی نے
نعمت گوئی اور نعمت خوانی کے حلقوں کو دینے کرنے میں بہت نہایاں کردار ادا کیا ہے۔
نعمت کے سلسلے میں قولی یا سامع کی مخلوقیں بھی قوی تر مشرک نے حیثیت کر دیتی ہیں
مخلوق سامع میں عشق حقیقی کی ترجیحان غزلیں اور نعمتیں ٹھانی جاتی ہیں۔ ان مخلوقوں میں شرکت
کرنا اپنی طریقت اور ان کے حلقوں سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بہترین عبادت ہے۔
لیکن اپنی شریعت بھی ان مخلوقوں میں شرک ہوتے ہیں۔ عقیدت کے ساتھ نہ کسی تفریخ
کے لئے سی۔ صوفی بزرگوں کے سالاہ عرسوں کے موقع پر سامع کے بڑے اجتماعات متفقہ
کے جاتے ہیں۔ دو بھروسے قولوں کی پارٹیاں آتی ہیں۔ ہزاروں لاکھوں کا مجمع ہوتا
ہے اور بھی حسب ذوق نعمتیہ نعمتوں سے لطف اٹھاتے ہیں۔ پڑھنے لئے حلقوں میں مخلوقیں
چھوٹے پیاسے پر بڑے پیچھوں و خشوع و خشوع کے ساتھ بہ پاکی جاتی ہیں۔ ان میں بانیان مخلوق
کے اعزاز و احباب بھی لطف اندوڑی کے لئے شرک ہوتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی
یہیں اگر غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ نعمت گوئی کے عروج و مقبولیت میں جتنا داخل صوفی شفرا
اور نعمتوں کے خانوادوں کا ہے کسی اور کا نہیں ہے۔ یہ بجیب اتفاق ہے کہ نقشبندی
سلسلے کے سواتھوں کے سارے اہم سلسلیوں میں سامع جائزی نہیں تھیں ورنہ غوبہ
نعمتوں کے لغوی معنی کیا ہیں اور اس کی امدادیت کیا ہے۔ ہمیں اس جگہ اس
سے مرد کار نہیں ہے۔ لیکن صوفیا کرام اور صوفی شفرا نے ہماری زندگی اور شرود
ادب و دنوں پر گمراہ شدہ لالہے صوفی کے مسلک سے کوئی فلسفی خواہ گتنا بھی خلاف

کیوں نہ کرے لیکن علی زندگی میں ایک عام انسان کے افکال دکڑا اور پر جوانہ زیک
حقیقی اور سچے صوفی کا پڑتا ہے وہ مفکر یا فلسفی کا نہیں پڑتا۔ مفکرین عام طور
پر ہمارے ذہنوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک انسان کا مل مخاطب
دل ہے۔ اس لئے ان کے منزے نکلی ہوئی بات گویا دل سے نکلتی ہے اور دل
ہی میں اُتر جاتی ہے۔ آج تصورت علاً ہمارے بیان جس صورت میں عقول ہے ان
کے بعض پہلو بہت مضر ہیں اور معاشرے پر ان کے مضر اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا
لیکن ایک روزانہ میں صوفیا کے حلقوں نے عام انساں پر سو ٹھنڈا اثرات بھی دالے
ہیں۔ یہ اثرات آج بھی یکسر معدود ہیں۔ بات یہ ہے کہ تصورت نے مختلف مقاموں
پر خواہ کتفی ہی صورتیں کیوں نہ اختیار کی ہوں لیکن مجرمی حیثیت سے اس کی روحر اور
جگہ ایک ہی برہی ہے یعنی انسان دوستی اور خدا ترسی کے عناصر صوفی کی زندگی پر
 غالب ہے ہیں۔ پتھے صوفی نے ہر زمانے اور ہر عالم میں زیر دستوں کی تھوڑاری اور
منظوموں کی مدد کی ہے ظالموں اور حاپروں کے مقابلے میں صوفی نے ہمیشہ کمزوروں
کا ساتھ دیا ہے اور نایوس و نا امید انسانوں کو جیتنے کا تازہ حوصلہ بناتا ہے۔ دُنیا میں
طبعانی جنگ کو دیانتے اور عالمگیرانی براوری کو فروغ دینے میں صوفی کی کوششیں
مولی یا نلائے کے مقابلے میں زیادہ کار آمد ثابت ہوئی ہیں۔ صوفی کا ملک خود پرستی
با نجٹت نہیں، بھروسہ انسار اور جان سپاری دل گذاری رہا ہے۔ اس نے دلگذاری کو
زندگی کے حق میں کمیا سے بہتر جانابے بعول خواجه میر درد سے

اکیر پر موس اتنا نہ ناد کرنا

ہے کیماں سے بہتر دل کو گذار کرنا

غرض کے تصورت کی تحریک یا صوفی کے بنیادی مقاصد کی اہمیت اور اُس کے
صلاحی کارناموں سے انکار نہیں۔ مولوی عبدالحق مر جو مرنے اور دُنی کی ترقی میں

صوفیا کرام کے کام کا جائزہ لیتے ہوئے بہت صحیح لکھا ہے کہ
“ صوفی مذہبی اور اخلاقی عالم میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔
وہ ملک دلت سے بے نیاز ہے وہ ایک قسم کا با غیب ہے جو حرم ،
ظاہر داری کو رو انہیں رکھتا اور اسی کے خلاف علم بغاوت بلند کرتا ہے
مولوی اور صوفی میں یہ فرق ہے کہ وہ ظاہر کو دیکھتا ہے یہ بامل کو وہ
اعظ کو دیکھتا ہے یہ معنی کو وہ رسمیات و تعلیم کا پابند ہے یہاں سے
بیزار۔ اس کی نظر بُرا ہی پس پڑتی ہے اور یہ بُرے سے بُرے میں بھلانی
کا پہلو ڈھونڈنے کرتا ہے۔ یہ سر و محبت سے کام لیتا ہے وہ سختی د
تشرد کرتا ہے وہ بہت کم معاف کرتا ہے اور اس کا شیوه در گز ہے
وہ خودی و خود نمائی سے بڑا بنتا ہے اور یہ فروتی و خاکساری سے
دولی میں گھر کرتا ہے۔ وہ دوسروں کے عیوب کا مجتہد ہے یہ اپنے
نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ وہ علم سے مرعوب کرتا ہے۔ یہ اپنے عمل سے
دوسروں کو لجھاتا ہے۔ مولوی سب کو ایک لاشی سے ہانکتا ہے لیکن
صوفی ہر ایک کارنگ طبیعت دیکھتا ہے۔ بعض اوقات وہ شریعت
سے تجاوز کرنے یا بعض اصول دار کان کے تک کرنے میں مضائقہ
نہیں کرتا اُس کی نظر اچام پر رہتی ہے۔ اُسی صوفی بُرا ہر تقیات ہوتا
ہے۔ وہ علام کے مقابلے میں بہت زیادہ ننانے کی نظر کو چھاتا ہے
اور دلوں کو ٹوٹاتا ہے۔ ”

صوفی کی یہ صفات اردو کے بعض شاعروں کے بیان نظراتی میں بیان
دل کرنی سے لے کر جگہ مراد آبادی تک شاید ہی کوئی ایسا مشور شاعر ہو جس کے بیان
صوفیانہ سلک کی جعلیک موجود نہ ہو۔ لیکن بعض شعراء مثلاً میر تقی میر، میر درد، منظر

جان جانماں۔ ساتھ تکھوی، غالباً محجن کا کردی اور امیر ننان دا صفر گزندڑی کی
شاعری پر تصور کے اثرات بہت گھرے اور واضح ہیں۔ ان ہیں سے بعض کے بیان
تصوف اور زندگی یا تصوف و مذہب دوالگ الگ چیزوں نہیں رہیں بلکہ سب سخت کر
ایک ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ان کی شاعری کے مجازی رنگوں کو عجیحیقت ہی سے تعمیر کرنا
پڑتا ہے۔ اس لئے کہ صوفیاں کے نزدیک "محاز ہی حقیقت کا زینہ ہے۔ مولانا حالی نے
"حیاتِ سعدی" میں سعدی کی شاعری پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"شیخ کی غزل کامدار زیادہ تر مضا میں مندرجہ ذیل پڑھے۔ تھوفہ د
دو فیضی کو عشقِ مجازی کے پیرائے میں ادا کرنا، شاہزاد طلاق کے شیروں د
صنایت کو زلف دخال، خط دلب دندساں دنیروں سے تعمیر کرنا، کاملین،
اد غرقاً و مشائخ پر زندہ بااد خوار، مے فرش دپیر خرابات کا اطلاق کرنا
اور ان کے داروات و حلالات کو شراب و فلمہ درجن، وچنگ کے بارے
میں بیان کرنا، سلوک و فقر کے مارچ و مقامات یعنی سبزہ، ضاد، تلیم،
قابل و قناعت دینے کو سخنانے عوام دا سلوک سے بیان کرنے، محنتی
زاہد و قصیہ پر طعن و تعریف کرنا اور دینی تشریع دا زاد دا گوں کی توصیف کرنا۔
ای طرح ملامتیں نے جان شفراجمیں تصور و شاعری کے تعلق پر بحث کی
ہے دبائیں کہ

"صوفی شرائی بدولت دا الفاظ جوندی و عیاشی کے لئے خاص ہے
حقائق دا سارے کے تر جان بن گے۔ ساتھ کا لفظ ہر زبان میں بذریعہ
شخص کے لئے مخصوص ہوا ہے لیکن تصور میں یہ شخص مرشد کاں ادا
عارف اسراز ہے۔ شرائی کے متعدد نوازم میکرہ، جام، سبی، شیشہ
صرابی، نقل، گزک، فشہ و خمار، دُرد، مطراب، نقہ و سروردیہ

سب عفان کے بڑے بڑے داروات و مارچ کے نام میں اور ان
کے ذریعے تصور کے اہم سائل و دقيق اسرار مراد لے جاتے ہیں"
اب اگر یہ باتی صحیح ہیں تو مانتا پڑھے گا کہ ادو دار کی شاعری میں "الحمد و رحمة
کا جو بڑا خیر موجود ہے وہ زیادہ تر صوفی شراہی کی دین ہے۔ لغات سے ہٹ کر
کسی لفظ کو مخصوص معنی پہنادیں کی روایت انسی کے ماتھوں پروان چڑھی ہے۔ ایک
صورت میں صوفیاں شاعری میں عشقِ مجازی کو بھی عشقِ حقیقت ہی کے رنگ میں دیکھتا ہے۔
کم از کم صوفی شراکے جلتے کے لوگ ان کی شاعری کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں۔
ان کے لئے لطف دابناءٹ کا باعث ہوتی ہے۔ "العروکے لفت گوشوارا میں ہبی بعض
کے میان مجازی و حقیقی رنگ ایک دوسرا میں اس طرح ختم ہو گئے ہیں رنگیں اللہ
کر کے دیکھنا دکھانا مشکل ہے۔ میری مراد اور دیس شاہ نیاز بریلوی، بیدم شاہ دارثی
و غیرہ اور فارسی میں حافظ خسرو اور جاتی و غیرہ کی شاعری سے ہے۔ یہ صوفی بھی تھے
شاعر بھی۔ اس لئے ان کی عاشقاد شاعری کو عشقِ حقیقی کی ترجمان کننا پڑے گا لیکن میں
پوری شاعری کو فست سے تعمیر نہیں کر سکتا۔ کتنے والے کہتے ہیں کہ ان بزرگوں کے
میان مرشد دستی اور محبوب دستلوب سے مراد آنحضرت ہی ہیں لیکن میرے
نزدیک ان کے حقیقی مخاطب حضور اکرمؐ کے سوا بھی ہیں۔ اس لئے میں ان کی شاعری
کے مرف اس حصے کو فست قرار دوں گا جس میں حضور اکرمؐ کی ذات و صفات کے
اخصار میں واضح ملائمیں استعمال کی گئی ہیں۔

اُردو کی نئی شاعری کا پھر اپناء

یہ ہیں وہ اس بابیہ و مکارات جن کے تحت اردو میں نئی شاعری کی روایت پروان چڑھی ہے۔ دکن۔ ولی۔ لکھنؤ۔ رام پور۔ بھرپال۔ حیدر آباد اور لاہور جہاں جہاں اردو شاعری سے مرکز قائم ہوئے ہر جگہ بزم شراء میں غفت کا موضع مقبول عالم دخالی رہا اور ہر درمیں بعض بست ایجھی نفیں لکھی گئیں لیکن ہس سے انکار مکن نہیں کر اردو میں غفت گرنی کا سلسلہ زیادہ تمثیل رکھی رہا ہے۔ یعنی ہمارے شراء نے بطور خاص نہ تو اس طرف توجہ کی اور نہ شاعری کے لئے غفت کا موضع کو چندار، اہم خیال کیا۔ ہار کا پرواپ بھج کر جو کے سامنہ ساختہ چند شعر بطور غفت کہ کر لپے دیوان کے آغاز میں فروز درعا کر دیئے ہیں۔ اس درعا کے پاند صوف مسلمان شرعا نہیں سمجھ بلکہ اردو فارسی کے غیر مسلم شرعا بھی یہی کرتے تھے اور یہ سلسلہ آج بھی کسی نکسی طور پر جاری ہے۔ یہ رسمی غفت گوئی اسی خاص صفت تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر صفت میں ہیں اس کے شناسنی طبقے ہیں۔ حقیقتی غزوں میں بھی نکیں واضح طور پر اور کہیں اشاروں کے ساتھ نئی شعار جگہ پائی گئی ہیں اشاراتی اشعار سے بیری مرادیے شفردی سے ہے جن کا قرینہ غفت کے موضع پر دلالت کرتا ہے بطور مثال مندرجہ ذیل شروع یکھٹے ہے

ذیان پر بار خدا یا کس کا نام آیا
کہ میرے غفت سے بوسے رہی جہاں کے لئے
یہ شعر غالب کا ہے اور اس غزل کا بے جس کا مطلع ہے

تو یہ اس ہے بیاد و دست جہاں کے لئے
رہی نہ طریقہ کوئی آسان کے لئے
کہا جاتا ہے کہ یہ شعر غالب نے تجلی حسین خاں کی شان میں کہا ہے اور اس
شعر کے ساتھ قطعہ بند ہے ۵
دیا ہے عیز کو بھی تاؤ سے نظر نہ لے
پنا ہے عیش تجلی حسین خاں کے لئے

لیکن میرا دل اسے فتوں نہیں کرتا۔ غالب کے اس شعر کے ساتھ میرا ذہن ہمیشہ
آنحضرت کی ذات مبارک کی طرف گیا اور میں درود شریعت پڑھنے پر مجبوہ ہو گیا۔ اس
کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ میرا غالب نے اس شریعت مرح: شنا کے جس بلند مقام
کا ذکر کیا ہے اس کا اطلاق میرے نزدیک آنحضرت کے سو اسی درستے انہوں پر ہے
ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فارسی کا یہ نئی شعر
ہزار بار بشریم دہن زمشک دگلب
ہمنز نام تو گفت کمال بے ادبی است
رڈپن سے میرے ذہن میں محض ظہر ہے اور میں غالب کے شتر کو اسی فارسی شعر سے مستفیض
سمحتا ہوں۔ اسی طرح فاق گور کچوری کا یہ شتر ہے
محشر میں میرا دامن اب چھوڑتے نہیں ہیں
و اندھی وہی ہیں جن کو ترس گیا ہوں
جب میری زبان پر آتا ہے تو میرے ذہن میں آنحضرت ہی کا تصور اُبھرتا ہے۔ اس
طرح کے اور کئی غزل کے اشعار ہیں جن کی فضائل سمعنی کو غفت گوئی کے موضع
سے متعلق کر لینے کو جو چاہتا ہے۔ اردو میں اس قسم کی مثالیں کم ہیں لیکن فارسی میں
بہت ہیں۔ حافظ، اخسر و اور جامی کی شاعری کا زیادہ حصہ اسی نوع کا ہے۔

اس قسم کے متفرق فنکریہ شعروں سے قطع نظر اور دو میں محض فنکر لکھوں کے لئے زیادہ تر غزل ہی کی ہیئت، استعمال ہوتی ہے۔ صرف نہیں کہ ہمارے شعراء میں ان غنفر لفظیہ لکھوں کو غزل کے روپ میں مطلع، مقطع اور قافیہ دردین، کی پابند رکھا ہے بلکہ علامتی زبان درمیں اسالیب بیان کے لحاظ سے بھی انہیں نہ آنحضرت کی محبوسیت کا ذکر عام طور پر غزل کے پیراٹے میں کیا ہے۔ غفت گوئی کا یہ تنفس لانہ پر ایک کچھ تو غزل خواہ فارسی لغتوں کی مقبولیت، کے زیر اثر اور کچھ اس سبب سے کہ ایسی لغتوں کا محفل سایہ میں چونا اور گانا اسان ہتا ہست بخول ہوا۔ لیکن غزل کے قارم کے ساتھ ساتھ فصیدہ، غنوی قلندر ربانی اور محض و سرس بلکہ جدید نظم کی ہیئت میں بھی فنکر کی گئی ہیں اور حاصی تعداد میں کی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے غفت کی ہیئت، اردو فارسی شاعری میں صفت بخن کی نہیں بلکہ ایک موضوع کی رہی ہے۔ اس موضوع کو اردو شعراء نے ہر صفت میں برداشتے اور ان کی فنکریہ شاعری کی مقبولیت کا مدارکی خاص ہیئت پر منسیں بلکہ موضوع کو سلیقے اور فنکاری کے ساتھ برستے پڑ رہا ہے۔

غفت کا موضوع کتنا عظیم اور وسیع ہے، اس کے بارے میں پہلے ہی محض اور ضم کیا جا چکا ہے۔ لیکن ہمارے شعراء اس موضوع کی علمت و صفت، کا ساتھ پوری طرح نہیں دے سکے۔ بالعموم آنحضرتؐ سے عقیدت و محبت کا جوش دخوش اور روشن اور اس کی زیارت، کا ذوق و شوق ہی اردو کی تغیری شاعری میں نظر آتا ہے۔ یہ دو پہلو یہی ہیں جنہیں اردو غفت میں اساسی ہیئت احاطی ہے۔ لغتوں میں تنفس و منسی کی جو فضائی نظر آتی ہے وہ حقیقت انسی کی پیدا کردہ ہے۔ آنحضرتؐ کی سیرت وزنگی کے سلسلے میں غفت، گو شرا کا زیادہ زور سعیزات بنوی اور سراپا کے بیان میں صرف ہوا ہے۔ آنحضرتؐ کے جسم اطر، ملبوسات اور ان کے لوازمات کا ذکر لغتوں میں اسی کثرت سے آیا ہے کہ اسی عظیم موضوع کے درمیں اہم پہلو اس کے سامنے نامندرج گئے ہیں۔ سراپا کے ساتھ ساتھ سترائیں

کا ذکر اکثر لغتوں میں آیا ہے۔ مسراج کے واقعات کو الگ طریق لغتوں کی صورت میں بھی بارہا لکھ کیا گیا ہے۔ چنانچہ دکنی شعراء سے لے کر آج تک غفت کے ذخیرے میں "مسراج ناصر" کے نام سے سیکڑوں لغتوں نظر آتی ہیں۔ یہ لغتوں زیادہ تر شنوی کی صورت ہیں، لیکن دوسری ہیئتیں بھی استعمال کی گئی ہیں۔ غفت کے ذخیرے میں بے شمار لغتوں اور بغزیں، مثاجات و درود وسلام کے غواں سے بھی نظر آتی ہیں، مثاجات میں ہمارے شعراء نے اپنے لئے اور امیت محمدیہ کے لئے دعائے خیر کی ہے اور آنحضرتؐ کی ذات مبارک کو دستیہ بخات و شفاقت کے طور پر پیش کیا ہے۔ "درود وسلام" کے عنوانات بذات خود حضور اکرمؐ پر درود وسلام بھیجنے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی فنکر لغتوں میں چونکہ صلاوة وسلام یا درود وسلام کے اغاظ مصروفوں کے سرشار و اور آخر میں یا پیش کے بندوں میں تکرار کے ساتھ استعمال کے جلسے ہیں۔ اس میں انجین، اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ یوں تو اس قسم کی لغتوں ہر جگہ اور ہر موقع پر پڑھی جاسکتی ہیں اور پڑھی جاتی ہیں۔ لیکن میلاد و مشریف یا سیرت کے جملوں میں درود وسلام عام طور پر پیش کے ذکر کے ساتھ اور مثاجات میں بالعموم جملے کے اختصار پر پڑھی جاتی ہیں۔

تاریخی نقطۂ نظر سے اردو میں غفت گوئی کی مثالیں بالکل ابتدائی اور میتی ہیں۔ قدیم دکنی شعراء سے لے کر آج تک مختلف اسباب و مجرمات کی بنا پر جس تو اتر و تسلیم کے ساتھ فنکریں کی گئی ہیں دوسری قسم کی لغتوں نہیں کی گئیں قدما و مستوطین میں سے تو شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جس نے ایک آدھ غفت نہ کی ہو۔ بعض اور یوں نے اپنے بغرض مقالوں میں مختلف علاقوں کی اردو غفت گوئی مورخانہ چاندہ بھی لیا ہے مثلاً اشتر امرد میری صدیقی کا ایک اچھا مفسون دکنی شعری کی غفت گوئی کے بارے میں "ادنو" بابت، جلالی "ستہ ۱۹۴۷ء" کے سیرت رسول "نمبر میں شائع ہوا ہے اسی طرح کا ایک مورخانہ

تعمیر شاہی ہند کی نعمتیہ شاعری کے تعلق میں ہاتھ تحریر دیلی میں چھپا ہے لیکن اور وقت
گئی کامور خاد جائزہ صاف بتاتا ہے کہ ایک طویل بردت تک چونکہ کسی اور دشمن
نے نفت گئی سے خصوصی شفعت کا انعام نہیں کیا اس لئے ایسیوں مددی خصوصی کے
وہ ساتھ نعمتیہ شاعری کا میسر حصہ ایسا ہے جو سماں نفت گئی کے تحت بتاتا ہے اور
نکروفن کے لحاظ سے اس کا معیار ابسا نہیں کہ اس کا ذکر ضروری کجھا جائے۔

پرانے شواہ میں صرف دو نام ایسے ملے ہیں جن کی بردلت نفت گئی کامیا
قدرتے بلند ہو اے۔ میری مراد کراستی علی خال شیدی اور غلام امام شیدی سے ہے۔
کرامت علی خال شیدی متوفی ۱۲۹۳ھ میں شامل ہے۔ اس دیوان میں دو قابیں ذکر نہیں اور
حیثیتی معنی میں عاشق رسول نہیں ان کا ایک نعمتیہ قصیدہ رنگ قدیم کی شاعری کا قابیل
ذکر نہ ہے۔ یہ قصیدہ اتنا مجبول ہوا کہ بعد کے متعدد شعراء اس کی تقلیدیں قصیدے
کے اور تفسینیں لکھیں۔ اس قصیدے میں امحنوں نے کام تھا ہے
تمہارے درخواں پر ترے روفہ کے جائیٹے

قصہ جس وقت، ٹوٹے ٹھاپر روح مقید کا
ان کی یہ دعایتیں بڑی۔ شیدی متوفی ۱۲۹۳ھ میں حج بیت، اشدو کو گئے بیمار پڑے اور
دیہن ابدی خند سو گئے۔ ان کے شور نعمتیہ قصیدے کے چند اشعار دیکھیے۔

دِنِم پیدا کیا طرف بسم انشت کے رکا
سردِ دیوال لکھا ہے میں نے مظلوم نفت احمد کا
ہوئی سہی بہترت عالی ہری ہرج عاج کی طالب
میسر ہو طراف اسے کا شر مجھ کو تیرے مرقد کا
کبھی نزدیک جا کر آستکنے پر کھل آئیں
کبھی گرد و میکھلہ ایں کر دل نقارہ گنبد کا

جم جمیں زلزلہ فو شیر دیا کے قصر میں آیا
عرب میں شور تھا جس وقت اس کی نہاد کا
تری تعریف سے میری زبان میں آئی ہے تیری
منماہاں تک سخر ہو گا اس تین نستد کا
مشیدی کا یہ قصیدہ خاصاً طویل ہے اور ان کا اندود دیوان مطبوعہ نو لکشور
لکھنؤ ۱۹۷۴ء مطابق ۱۲۹۳ھ میں شامل ہے۔ اس دیوان میں دو قابیں ذکر نہیں اور
ہیں پہلی نفت کا مطلع ہے۔
مرا سینہ ہے بیشہ بود دیاں شیر زیوال کا
فناٹے لا مکان سے قربے میر سنتاں کا
نفت ناسخ کی مشورہ میں ہے اور زبان دیوان کی منایوں کے لحاظ سے
لکھنؤ رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ دوسری نفت اس طرح شروع ہوتی ہے۔
ہے سورہ والش اگر روئے محمد
واللیل کی تفسیر ہوئی موسے محمد
علادہ ازیں دیوان شیدی میں مولانا جامی کی ایک نعمتیہ غزل کا خوب سمجھی
قابل مطالعہ ہے۔

شیدی کی طرح غلام امام شیدی نے بھی معیاری نفت کی روایت کو اگے بڑھایا
ہے۔ شیدی نے اردو فارسی دونوں زبانوں میں بلند پایہ نعمتیں کی ہیں۔ ان کی تصنیف
کردہ کتاب "میلاد شیدی" بھی بہت مقبول ہوئی ہے یہ آج تک مولود شریف کی مغلوب
میں پڑھی جاتی ہے۔ اس میلاد شریف میں بعض اعلیٰ درجے کی نعمتیں بھی شامل ہیں۔ اس
میلاد شریف کے جعلی نئے بھی بعض مطبوعوں نے چھاپ دیئے ہیں لیکن پرانے مطبوعوں
نئے بھی مل جاتے ہیں۔ کراچی یونیورسٹی کے کتب نہاد میں بھی ایک سخت میری نظر سے

گندرا ہے۔ ملام امام شید کے فارسی کلیات مطبوعہ مدنگلکشور ۱۳۰۰ھ میں دو نسخیہ پیزیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایک مخفی اور ایک بھر طولی میں قصیدہ۔ مخفی حضرت امیر خسرو کی مشورہ فتحیہ غزل پر کہا گیا ہے۔ خسرو کی غزل کا مطلع و مقطع کچھی طور پر میں بطور حوالہ قتل کیا جا چکا ہے اس جگہ شید کے مخفی کے دو مبدل بطور نمونہ دیکھئے چلے اسے جملائے ہیش قرآن و بشر خود پری

روشن زمکن حسن تو آئیہ سپیغیری

لور خست رامشتری ہم زبرہ دہم مشتری

اسے چڑو زیبائے تو روٹک بتابن آذری

ہر چند صفت می گئم درجین زال زیباری

در بار گاہ مصطفیٰ می کرد ہاتھ ای صدا

کانے شافعی در بزرگ اوسے خواہ ہر دوسرا

سرتاپا مخلقا ہمچو شید بله نوا

خسرد غریب است دگدا اقاد در شہر شنا

باشد کہ از بہر خدا موٹے خیال بیگری

شید نے بھر طولی میں جلغتیہ قصیدہ کیا ہے وہ آنحضرت کی پیاریش کے مرثیہ کے لئے ہے۔ فارسی دہان میلاد خواں آج بھی اسے مخلقوں میں پڑھتے ہیں۔ اس نسبت میں کیا شبیب بہاریہ اور ہر صریح مرضح و مسجع ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ مخفی انعامات کیا بہار رکھا یا گیا ہو یا محض زبان و بیان کا رعب جانے کے لئے ترجیح و سمجھ کے لئے ہم دن و ہم تما فیہ نکری ہے جیسے سمجھتے ہوں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ پورا قصیدہ جو گیش محبت سے بہر نہیں اور طبیعت کی آمد کا پتہ دیتا ہے۔ صرف چند اشارے بطور مثال اس جگہ انتقال کر جاتے ہیں ہے

آدم بہار پر فتن، سرگرم آشوب نہن ازد گب گھمائے چپن از فار خس سترش فگن
مغلکوں قبہ گل پر بنن، ریگیں ادا نرسن بدن از پر تو خود بردن، نور خس من بہجان و تن
وقت است اگر پر خشک ترایم شود شیر و شکر وقت است اگر شام و خر جو بند دلیل یکد گر
کارن، حیا، کوہ و فا، جان دلا، شان ملا، شمع بقا، هر صبا، با، صفا شاہزاد
در محلل سیلا و او، پیانہ رقصہ با سبو، دلماز لب ملکو، امر بہن مت مولبو
بیلیں بگل از آرنے پیوست دار و گفتگو پرانیا یاد بارو، از دسیل شمع ابمن
انتر شاراں ہر طرف، وفتر شکاراں ہر طرف، آئینہ دالاں ہر طرف، خد گنگلاں ہر طرف
چاپک سواراں ہر طرف، احمدی دالاں ہر طرف، چون ہزاراں ہر طرف، جمع اند و طرف چین
اسے جان، با خوش آمدی، جانان، با خوش آمدی، بربان، با خوش آمدی، بربان، با خوش آمدی
سلطان، با خوش آمدی، مہمان، با خوش آمدی، ایمان، با خوش آمدی، با وفادیت جان و تن
اسے، نظریہ تو خدا، اسے مرح شاہ و گدا، جانی کو در شوقت چا، بہن گذشت از ابتلاء
چوں عزز لب بے ذا از اشان ستم جدعا، بیگانہ گشتم زاشا، اگر ویدہ ام و در لذت

زبان و بیان کی بھی شکنستگی اور قادر الکلامی کی بیان ان کے سیان اردو میں
بھی نظر آتی ہے۔ چھوٹی بھر ہو یا بڑی دونوں ہیں ان کی طبیعت دریا کی طرح ہوتی ہے
پہلے چھوٹی بھر کے ایک قصیدہ کے چند اشعار دیکھئے نہ
چین میں آج کیوں شور فنا ہے
کوئی خدا ہے بلیں نور خواں ہے
طرب انگریز ہے بیوں لوں کی خوشبو

رشاد انجیز رنگ بگستارے
نہ جست ہے نہ ہے عرشِ عصیٰ
محمد مصطفیٰ کا یہ مکان ہے
محمد بادشاہ دو جہاں ہے
محمد مسیبلہ گاہِ مقبلان ہے
محمد شمع ہے بزمِ فتم کی
محمد مالک کون و مکان ہے
محمد ہے دوائے در دندان
محمد چارہ بے چارگاہ ہے
محمد سے ہوئی سکوین کو نین

محمد مدعاۓ کن فکاں ہے
بھر طویل میں اُخنوں نے فارسی قصیدہ کی طرح ہر صرع میں سجع و ترسیم کا لحاظ
رکھا ہے اور چند بات کے آبشار کو الفاظِ نغمہ بارے اس طرح ہم آنگ کر دیا ہے کہ
قا آنی کی یادِ تازہ ہو جاتی ہے۔ زینِ دہی ہے جو فارسی قصیدے کی ہے۔ اُردو میں یہ
شید کامقبول ترین قصیدہ ہے اور میلان شریف کے جلوں میں آج بھی آنحضرتؐ کے ذکر
بیدائش کے موقعوں پر پڑھا جاتا ہے۔ عرفِ تشییب کے دو شعر بطور مثال اس بگرفق
کے جاتے ہیں۔

آئی بیاراب ہر گز ہے بدل دگل کاوطن دیر در حرم سے نعروزن آتے ہیں شیخِ درہن
زادہ سے کہ دیر یعنی ہے فضلِ گل تو پہنچن گرچاہے عیشِ جان و تن ہی خوازش کا سیکے جلن
ساتی جو شرخ دشناگ ہے مرت منے گلرنگ ہے ملرب جو خوش نہ اینگکے جو نوئے چینا ہے
ول عیش کاونگ ہے غم خستہ دل شناگ ہے بدل ہے خوش ول زنگ کے شادی سے گل ہے خندہ زن

کرامت علی شہیدی اور قلامِ امام شہید کی طرح پرانے شعرا میں سے یوں تو
نشیعہ فضائل اور شویں بہتوں کے کلام میں نظر آتی ہیں لیکن بیساکہ پہلے کہ چکا ہوں اس
و خیرے کا زیادہ حصہ سی ہے اور شیدِ اسی لئے کسی نعمتیہ غزل یا نظم کو قبولِ حامِ حلال
نہیں ہوا ہاں انتشارِ اشد خان کے ایک نعمتیہ خمسہ نے نعمت سے دچپی رکھنے والوں کو
اپنی طرف مزدود متوجہ کیا ہے بطورِ حوالہ اس کا پلابند و بیکھنے ہے

آپ خدا نے جب کما صلی علی محمدؐ
کیوں نہ کہیں بچرا بنا بریل علی محمدؐ
عیش سے آتی ہے صد اصلی علی محمدؐ
نورِ جہاں مصطفیٰ اصلی علی محمدؐ
صلی علی نبیتیا اصلی علی محمدؐ

اور اُردو میں نعمت گوئی کا مقبول ترین اور کامیاب ترین در حقيقةِ محسن کا گورنی
اور امیرِ میانی کے شروع ہوتا ہے۔ دونوں قالِ اشد قالِ الرسول کے پابند اور جب
رسول سے سرشار ہتھے۔ دونوں نے نعمتیہ شاعری میں ایک بڑا ذخیرہ یادگارِ چھوڑا ہے۔
دونوں ہم عصر و ہم عمر ہیں اور اُردو کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی پر قدرت رکھتے ہیں اور
نے الگ چھر صفت میں نعمتیں کی ہیں لیکن دونوں کے کمالِ فن کا حقیقی مظاہرہ قصیدوں اور
مشزوروں میں ہوا ہے۔ دونوں نے اپنے نعمتیہ کلام کو بیجا کر کے خاص اہتمام سے شائع
کیا ہے اور اُردو میں نعمتیہ شاعری کی ترتیب و تدوین کی نئی طرح ڈالی ہے۔ اس طرح
دونوں نے ہم عصر اور بعد کے آنے والے شفراں کو خاصاً متأثر کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہے کہ
اُن میں سی صدی کے وسط سے لے کر آج تک اُردو شعرانے نعمت کے موضوع سے جس گھری
دچپی کا اظہار کیا ہے اور جس شفت کے ساتھ اپنے کلام میں جب رسولؐ کو جگہ دی ہے اسے
اول اول شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں محنت کا گورنی اور امیرِ میانی ہی کا باکھر ہا ہے

لیکن محسن کا مرتبہ نفت گوئی میں امیر سے برقرار ہے۔ محسن عمریں بھی دو چار سال امیر سے
برے ہیں اور امیر نے محسن بھی سے متاثر ہو کر نفت گوئی کا اپنا یا اس نے امیر کے ذکر
سے پہلے محسن کی شاعری کا جائزہ لینا خود ری ہو جاتا ہے۔

محسن کا کورڈی سٹرنی ۱۹۰۵ء مطابق ۱۳۲۴ھ اور دو کے پہلے شاہزادی جہون نے
نفت گوئی کو سمجھ دی گئی سے ایک مستقل فن کی حیثیت سے اپنا یا اوس بلند طبع تک رسائے
جس سے آگے بڑھا دوسروں سکلے آسان نہ رہا۔ محسن نے دوسرے شترکی طرح نفت گوئی
کو جزوی اور کمی طور پر نہیں اپنا یا بلکہ اسے پوری توجہ اور پورے شور کے ساتھ اپنے
نکروں کی جوانگاہ بنایا ہے۔ انہوں نے عروج شاعری کی ہر صفت مثلاً قصیدہ، رباعی،
غزل اور مشعری بھی میں نفت کے فن کو برداشت ہے اور ایسی انفرادیت کے ساتھ کہ اردو شاعری
کی تاریخ میں روان سے پہلے کوئی اس کی مثال نظر آتی ہے اور نہ ان کے بعد واقعہ یہ ہے
کہ اردو شاعری میں نفت گوئی کی روایت، کو مستقل حیثیت دینے، اس کے امکانات کو روشن
کرنے اور شاعری کی بلند طبع تک پہنچانے میں جتنا باتھ ان کا ہے کسی اور کا نہیں ہے۔
”کلیات نفت“ مولوی محمد محسن مرتبہ وزراں مطبوب عہد انصار طریقہ (۱۹۰۰ء) پر
نثر دانے سے پڑھتا ہے کہ محسن کا کورڈی کو نفت کے موظفہ سے شروع ہی سے دیکھی
رسی ہے انہوں نے اپنا پہلا نقیبہ قصیدہ جس کا مطلع ہے ۸

چھ بھار آئی کہ ہونے لگے سحر گلشن
غچہ ہے نام خدا نافرآہ ہوئے ختن

سو ل سال کی عمریں کماختا اس قصیدے کا نام گلستانِ رحمت ہے۔ ۱۹۰۵ء مطابق
۱۳۲۴ھ کی نقیبیت ہے۔ پہلے ملتمدہ شائعہ ہوا ہے چھر کلیات نفت محسن میں شامل کر دیا گیا۔ اس
قصیدے کے چند اشارہ دیکھئے ہمراپا سے حصہ اور متعلق ہیں ۸
کس کی آنکھوں کا ہوں بیمار اطباء نے بوائج

سیرے تکوں سے ملادیہ آہوئے ختن

آنکس صاحب شوکت کی میں بختا ہوں راہ
کر فرشتے ہیں امتحانے ہوئے در کی چلن

دنگ دبوکن بگل رعنائی پسند آئی ہے
ز مجھے خواہشیں گل ہے ذہبے پر دا چن

تینگ ہوں سیر گلستان سے ہیں کس کے باعث
کونا پر وہ امراء میں ہے غنچہ دہن

وصفت ابر و میں کوئی بہت مکملون بسم اللہ
چل کے محراب عبادت میں جھکا دوں گردن

یہ اشعار سول سال کی عمر کی تخلیق ہیں اور ان کی امتحان باتی ہے کہ اس قصیدے
کا نوجوان شاعر آئندہ غلیم نفت گوشا عزیز ہو گا۔ واقعی سی ہوا محسن کا کورڈی اور نفت
گوئی کی تاریخ کا درشن تین ستارہ بن گئے۔

کلیات محسن میں ٹکڑہ رحمت کے ملاوہ چار قصیدے اور ہیں ایک ایمیٹ نفت
و دوسرا مدح صحیح المرسلین ”مسیٹ نشمہ ول افوز“ اور ”چھتھا“ ایسیں آخرت۔ ایمیٹ نفت
کا سابل تقسیف شکل ادا ہے اس کا مطلع ہے ۷

شان الموحیڈ کے نقش ناموس اب درجد کا
وابستاں محبت میں سبق تحا مجده کو ابجد کا

محسن نے یہ قصیدہ شیدی کے مشور فقیہہ قصیدہ کی زمین میں کمائے اور اس اس
یہ ہے کہ قصیدہ کئے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس زمین میں امیر میانی اور دین شرمنے بھی
قصیدے کے ہیں نقیبین بھی بخوبی گئی ہیں لیکن شرست و مقبریت صرف درکوئی ہے
ایک شیدی کو دوسرے محسن کا کورڈی کو۔ قصیدہ نظم ول افوز مرقومہ ۱۹۱۸ء میں اسی

کے قریب اشعار ہیں۔ مطلع ہے ۷
ہے منزل اک مہہ کنوار کی قلب تار و مختل میں
یہ مہان عزم نہ آتا ہے کس اجڑتے ہوئے گھر میں
انہیں آخرت کے عنزان کا قیدہ سکستہ احمد کی تھیت ہے۔ یہ سادھ پیشہ ہر اشعار پر
مشتمل ہے اس کا مطلع ہے ۸

ازل سے بخش ہر جن بیٹے نشاں کے روئے تباہ کا
لئے صد فتنہ محشر ہوا ہمساں دل وجہان کا
ان سب قصیدوں سے محسن کی قادر الکلامی اور ان حضرت کی اُن کی والماہ مجت کا ثبوت
ہوتا ہے لیکن ان کے کابن فن کا تھیقی مظاہرہ اور شروع فی الواقع مدعا خیر البلیغین کے سب
ہوا ہے۔ محسن کا یہ نقیۃ قصیدہ اُردو میں اپنے نوع کی بالکل نئی پڑیز ہے۔ اس نقیۃ قصیدے
کی شبیب بجا رہی ہے۔ لیکن اس کا زنگ روپ اور دو فارسی کے نقیۃ قساند کی شبیبوں سے
بہت مختلف ہے۔ محسن نے اپنی بجا ریشبیب میں ایسے مقامی رنگوں سے کام لیا ہے جو اس
سے پہلے اُردو کے نقیۃ و قساند میں نظر نہیں آتے۔ محسن نے اس قصیدے میں بربات بکھرہ
اس کے اثرات، سندوان ماخول، مقامی رسم درواج، تقریبات اور شوارد، ہندی الفاظ و
تکیحات اور ہندوؤں کی بعض تندیسی و مذہبی روایات کو اس خوش اسلوبی اور فن کاری سے
برتا ہے کہ ان کے قصیدے کا کچھ اور ہی عالم ہو گیا ہے۔ شبیب کے چند اشعار و پیچے ۹
سمب کاشی سے چلا جا پ سمجھرا بادل

برق کے کانہ سے پہلاتی ہے صبا گنگا جبل
گھر میں اشان کریں سرو قند ان گوکل
جا کے جمنا پ نہ نام بھی ہے اک طول الی
خبر راڑتی جوئی آتی ہے مسابن میں ابھی

کہ چل آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
کامے کرسون نظرتی یہیں گھٹائیں کالی
بند کیا ساری خدائی میں جتوں کا ہے گل
نہ کھلاؤ آٹھ پھر میں کبھی دو چار گھری
پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل
دیکھئے ہو گا سری کرشن کا یونکر درش
سینہ تگ کیں دل گوپیوں کا ہے بیکل
را کھیار لے کے سلونوں کی برمیں نکلیں
تار بارش کا توڑنے کوئی ساعت کوئی پل
اپ کے میلا سخا ہندو لے کا بھی گرداب بلا
نہ بچا کوئی عساکر نکوئی رحمت نہ بدل
ڈستے جاتے ہیں گنگا میں بنارس دائے
نوجوان کو سنپرے یہ بڑھو منگل
تہ بala کئے دیتے ہیں ہو اکے جھوئے
بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا بل
کبھی ڈوبی کبھی اچھی مہنگی کی کشتی
بڑا خضر میں تلامیم سے پڑی ہے بل بل
قریاں کھتی ہیں طوبی سے ہر لای عالی
لال باغ سے بندوں فلک کھیم کل
شاید کفر ہے کھڑے سے اٹھائے گوئے
چشم کافر میں لگائے ہوئے کافر کا بل

تشبیب نقیہ قصائد کی تاریخ میں بالکل اچھوئی کہتی۔ آنحضرت کی سیرت و محبت کے بیان میں ہندوائی تہذیب اور تہذیبی اصطلاحات کا سہارا اس سے پہلے کسی نے نہیں لیا تھا۔ عام طور پر قصیدے کی تشبیب انہی مبنی ہے جسے انفاظ اور اصطلاحات و تشبیبات میں کسی جاتی مکتبی جو عربی اور فارسی مشترکے ذریعہ اردو میں مردوج و مستعمل ہے اس لئے عین کا کروڑی نے قصیدے کی تشبیب میں جس مقامی رنگستے کام لیا تھا اسے بعض مشروع ملقوں میں پاسندیدیگی کی نگاہ سے دیکھا گیا اور طرح طرح کے اعتراضات اٹھاتے رکھے۔ یہ معنی نہیں۔ نظری اور بدلتی محتوى درست صاف، ظاہر ہے کہ جس عالمی کی زبان میں آنحضرت کی زندگی اور سیرت کا بیان کیا جائے گا۔ اس بیان میں حسن و تاثیر پیدا کرنے کے لئے اس زبان اور اسی ملائیق کی تہذیبی علامتوں سے مدد لیتی ہو گی۔ عین نے یہی کیا ہے آنحضرت نے ہندو اور سرم روایج اور اصطلاحات کا استعمال کر کے سیرت کے بیان کو خوشگوار موثر اور دلکش بنایا ہے۔ ان کی سی تشبیب کو جب قصیدے کے گزینے کے ساتھ ملا کر پڑھئے تو سارے اعتراضات خود بخوبی ہر جاستے ہیں۔ امیر احمد بنیان نے صرفین کے جواب میں بہتر صحیح لکھا ہے کہ:

”بادی التظیر من شبهہ ہوتا ہے کہ قصیدہ نظم میں مختاراً گوئی و کہنیا کا ذکر بے محل ہے لہذا وفق دلیل کی جاتا ہے کہ لغت میں تشبیب کے متنی ہیں و کہ رایام شباب کرنا اور اصطلاح شعریں ہمنا ہیں عشقیہ کا بیانا کرنا۔ اساتذہ نے تحقیق معنایں مانعہاں کی قید بھی نہیں کی، کون شکایت زدہ کرتا ہے۔ کوئی متفرق معنایں کو غزل لکھتا ہے۔ کوئی غزل میں کسی طرح کا خاص تلازم لمحظہ رکھتا ہے الغرض مبتداں کلام اور اندوز حقیقت شناسان تشبیب و قصیدہ پر پوشیدہ نہیں کہ معنایہ، تشبیب کے محدود نہیں ہیں، اور نہ کچھ معاہدت کی قید ہے کہ حدود نہیں۔“

قصیدت میں قصیدہ ہو تو تشبیب میں بھی اس کی رمایت دہے جو زندگی خالی
غالب دہلوی نے مخفیت میں قصیدہ لکھا جس کا مطلع ہے ہے
صیغہ کہ درہ ہواۓ پرستاری دش
جنہر کلید سکدہ در دست برہمن
اور اس قصیدے کی تشبیب میں بھی ایسے ہی معنا میں لکھے ہیں جو دوسرے
سند اس کے جواز کی یہ ہے کہ حضرت سردار کائنات خواجہ ہر دو عالم
صلح کے حضور میں قصیدہ بانت معاو جس کی تشبیب بھی مشرق نہیں
ہے پڑھا گیا اور جنہر ت رسول خدا اصلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سارک
سے اس کی تحسین فرمائی：“
(کلیات نفت مولوی محمد حسن مدد امطبوع یونیورسٹی پیس فرنگی محرک ہنسن)
خود حسن کا کروڑی نے اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ یہ جواب قصیدے ہی کی
زین میں ہے اور شاعرانہ ہونے کے ساتھ ساتھ عالمانہ ودلل ہے۔ چند شعروں کی وجہ
کو قصیدہ سے جدہ ابریمبار تشبیب
فرک کے تازہ و ترک نے کو ہے مستعمل
مختلف ہوتے ہیں مفہوم کمی عشق کمیں حسن
کمیں نقشہ کمیں سے کمیں پول اور کمیں بھیں
تاہم اک لطف ہے خاص اس میں جو کچھ نادان
کو سخن اور سخن گو کو ہے نازش کا مغل
پڑھ کے تشبیب سلمان مع امید و ریز
رجہت کفر ہے ایمان کا کرسے مسئلہ حل
کفر کا خاتمہ باخیر ہے ایمان پر

شب کا خوشیں کا اشراق سے تھے فضل
چشم الفصاف سے دکھیرہ تھیں مل کی شفیہ
نیہر تھی اسی رنگت سے ہوئی سبقیں
فلست اور اس کے مکانہ میں ہوا طبلہ نجیں
گرا یا جان کی کچھ تو اسی کا حق محل
کفر و نکتہ کو کماکنے کے ہے دین خدا
سے و نعمہ کو لھا کس نے کہے حسن علی
ہوا بیوٹ قظلہ اس کے مثابہ کرنے
سینہ مصلیل عناد فربی نہ مُصل

محسن نے اس تھیڈے میں بعدت یہ کہے کہ اس کے پنج میں دو گزیں بھی شامل
کر دی ہیں۔ قفسیدے میں غزل کی شمولیت نہیں چڑھنیں۔ لیکن عین نے جس ہماری مشکل
کی غزلیں شامل کیں ہیں وہ قفسیدے کی لائیں نہیں چڑھنے۔ اب تک یہ بتواحہ تاکہ
جس نہ ہے اور قافیہ دردیت میں قفسیدہ ہوتا تھا اس کی غزلیں اس میں جگہ پانی تھیں
محسن نے اس روایت سے اخراج کیا۔ قفسیدے میں ”بادل“ نامیہ تھا جس نے غزل میں
اسے روایت بنایا اور بادل سے پہلے کے لئکہ ”محترم“ کو قافیہ قرار دے لیا۔ دو گزیں
کے اشعار نہ نہ کے طور پر دیکھئے ہے

محبت کا شی سے چلا جانبِ المکار بادل
تیر تاہے کبھی گلگا کبھی جمنا بادل
شادِ گل کا لئے ساتھ ہے دولا بادل
برقِ کھنی ہے مبارک مجھے ہمسرا بادل

بیری آنکھوں میں سہا نہیں یہ جوش و خوش
کسی بے در کو دکھلانے کر سہ بادل
اپنی کم طرفیوں سے لا کھ فلک پر چڑھ جائے
میری آنکھوں کا ہے اُتر ہوا صدقہ بادل
جو ش پر رحمت باری ہے چڑھاؤ خُم سے
چشمک برق سے کرتا ہے اشارہ بادل
(۴)

کیا جھنگا کبھی کی جانب، کو ہے قبلہ بادل
مسجدہ کو تاہے سوئے یہ ربِ بُلغا بادل
چھوڑ گرسے کہہ ہندو صنم حنا نہ برج
آڑا کبھی میں بچھاٹے ہے مصلہ بادل
دولوں غرب میں قفسیدے کے مظاہر میں سے مرلوٹ ہیں اور اسی متاز و عاشقانہ
فتنا میں دو بی ہوئی ہیں جو اس قفسیدے پر مطلع ہے مطلع نک چھانی ہوئی ہے محنت نے دو بی
غزل کے بعد قفسیدے کے آخر میں مناجات کے طور پر بھی کچھ اشعار تازہ مطلع کے ساتھ کئے
ہیں۔ یہ اشعار قفسیدے کی روح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بطور مثال اس جگہ ابتدائی دو شرود
آخری شود یعنی۔
سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل
سرے ایمانِ مفضل کا یہی ہے بحسل
ہے تلاکر ہے فتح سے تیری حنالی
نہ مرا شورہ مطلع نہ قفسیدہ نہ غزل
کیس جبریل اشارہ سے کہاں بسم اللہ

استعارات صلاحیت کے جو ہر اپنے ساتھ لے رہتے ہیں۔ جہاں کوئی مناسب موقع ہے اور حدیث، شریف میں اس کی تصریح نہیں ہے، اس کو اس انداز سے لکھتے ہیں کہ پڑھنے والے کو صاف تیرز ہو جاتی ہے کہ اس قدیم صنون جزوی حدیث نہیں ہے بلکہ کلام بزرگ اعلیٰ ہے۔ ان کی صدابہار طبیعت حسرت ویاس کے معنا میں سے الگ رہتی ہے تائفگل طبع اور زندہ دلی کی بر قی روشنی ہر بیان میں اپنی چمک و کھاتی ہے۔ معنا میں کی بلند پردازی۔ الفاظ کاشان و شکر، بندش کی چوتی ان کا خالصہ طبیعت ہے۔ تشبیہ، و گریز لکھنا ان کا حصہ تھا۔ خاتروں میاجات میں وہ طرزِ خاص کے موجود ہیں۔

فی الواقع عَسْنَ کا تَقْيِیدَه لامیہ اور دشائی کے سترین قصیدوں میں سے ایک ہے۔ عَسْنَ نے قصیدے ہی کے ایک شعر میں اسے ممتاز غزل سے تعمیر کیا ہے۔ یہ تعمیر ہے بنیاد نہیں ہے۔ قصیدہ سرتاسر تغزل میں ڈوبتا ہوا ہے۔ عَسْنَ میں یعنی دُمیداً و مُشَفَّلَهُ زندہ دلی کے عناء حراستے تو یہیں کہ وہ حسرت و خود می یابے دلی و بے کینی کی فضائل کام میں پیدا ہی نہیں ہونے دیتے۔ ان کی رجائي طبیعت نے لفظ و معنی دونوں میں نادرت خیل دندست، بیان کے جادو جگائے ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے کیسی دلاؤیز ہیں۔

کمبوی دُبی کبھی اچھی سر نو کشتی
بُر اخضر میں کلام سے پڑی ہے بچس

شاہزاد کفر ہے کھڑے سے اٹھائے گھوٹھ

چشم کافر میں لگائے ہوئے کافر کا جبل۔

جر بڑف دیکھے میلے کی کھلی میں لکھاں

لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کو نسل

سمت کاشی سے چلا جانپ سخترا بادل

آخری صریعہ باتا ہے کہ قصیدہ جس صریعے سے شروع ہوا تھا اسی پر اگر ختم ہو گی۔ یہی صورت قصیدے کے معنوی پسلوگی ہے۔ پطلہ شتر سے حسن و لاماظ و حسن صنی کی جو خوشگوار و فضنا قائم ہو گئی تھی وہ آخر تک برق اور ہی ہے اور ایسے ربط اور تسلیم کے ساتھ کہ کہیں سے کوئی شتر نکال نہیں سکتے۔ اس لحاظ سے یہ نفعیہ قصیدہ فتن قصیدہ سے آگے بڑھ کر مخفی اور غزل کے فتنی معیار پر بھی پورا اثر رہا ہے۔ ربط بیان اُن تسلیم بیان کے لحاظ سے اس ہی مخفی کا لطف ہے۔ قادر الکلامی زبان و بیان کے شکر و تخلی کی پرواز دزور کلام کے اعتبار سے یہ اچھے مقابله میں رکھا جا سکتا ہے۔ محبت کے والمانہ انعاموں زندگی و پاکزاد خیالات اور مستغلانہ بیان نے اسے مومن اور حسرت کی غزلوں کا حریف بنادیا ہے لیکن لفظہ معنی کی اس ہم آہنگی، رنگارنگی میں نعمت کے حدود کو چھلانگ جانے کی کوشش نہیں بلکہ عَسْنَ کی لغتیں مستغلالہ و عاشقانہ فضار کھنے کے باوجود حام طو پر آیا تہ قرآنی اور احادیث بُری ہی کی ترجیح رہتی ہیں۔ کلیاتِ عَسْنَ کے مرتب نے بہت صحیح لکھا ہے کہ:

”چوکہ لغتیہ کلام سے شرست و عزت یا شاعراً و قحت و دُنیادی صلح کی خواہش نہیں تھی اس لئے ان کی قلم سے خلویں عقیدت کارنگک پڑکتا ہے۔ گل دہلیں کے پیش پا افادہ و معنا میں سے زہانت ان کو رور کھتی تھی۔ وہ صنون نکلتے قرآن پاک دعایت، شریف سے اور اُس کو نذاق شاعرانہ میں اس خوش و سلوکی سے کھیلتے تھے کہ سامیں ادب سے سُنتے اور درود کے نغمے بلند کرتے۔ ان کے قادر الکلام ہونے کا بین بیوت اور قوی دلیل یہ ہے کہ بیان حکایت میں شاعراً و شوفی حدود تندیب و مسانت سے ایک قدم آگے بھی بڑھتی ہے اور مبالغے کے

جو گی جسیں کئے چون لگائے ہے جمیعت
یا کبیر اگی ہے پربت پہ بچائے کمل
حات آمادہ پرداز ہے شاما کی سرخ
پر لگائے بوئے مرثکان صنم سے کاجل
محن کے اس تقدیہ لامیہ کی تقلید و تضیین میں بہت سے شراء نے طبع آزانی
کی ہے۔ سب سے کامیاب تضیین منشی عبدالجید حمزہ روم کی ہے۔ اس تضیین کا تاریخی نام
”درج پیغمبر“ ہے۔ مسیح میر کی گئی ہے اور علمیات محن کے حاشیہ میں تقدیہ لامیہ
کے ساتھ ہی شائع ہو چکی ہے۔

محن نے لغت کے موصوع پر مشویں بھی کی ہیں۔ ان مشویں میں صحیح تحلیٰ اور
چراغ کعبہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ پہلی ۱۸۸۲ھ اور دوسری ۱۸۳۴ھ میں بھی گئی
ہے۔ دونوں گلزاریم کی زمینیں کمی کی ہیں اور اسی رنگ میں ہیں لعنتی تیحات استدرا
تبشیات اور رحمایت لفظی کی وہ ظلمی فضای جو گلزاریم میں نظر آتی ہے محن کی مشویں
پر بھی چھائی ہوئی ہے۔ ”صحیح تحلیٰ“ کا موصوع آخرت کی ولادت ”در“ چراغ کعبہ“ کا
تمواج ہے۔ پہلی چند شعر ”صحیح تحلیٰ“ کے دیکھئے ہے

بھناوی صحیح کا بیان ہے تفسیر کتاب آسمان ہے
ہروشت ہے مثل دشت امن ہر کوہ بونگ طور روشن
آنکھیں نقارے کی طلبگار نقارے کا بخت نفتہ سیدار
متکور ہے حُسن کا تماشا ہر دیدہ ہے دیدہ زلیخ
ہے سرق سے عزب تک پریشان فور عینین پیر کنفار
دد سور یوسف تحلیٰ یہ مطبع مصر کی عزیزی

الواح زبر حبد فلک کا
ساعات میں روز و شب کی دلشد
پیغمبر آحسن الزمان ہے
ہے وقت نزول صحفہ گل
یا خضر ہے مستعد و فتو پر
تیاری ہے باع میں اداں کی
قد فامت سر و دل را ہے
اور دوسری بھروسے میں جعلی ہے
جاری ہے لب جو الحیات
رسون کی زبان پر مناجات
تحمیرہ تاک رب اغفر
استبع شکوفہ یا معمور
محصلی ہوتی بونے گل چن میں
غذے میں سے خاشی کا عالم
کیا ری ہر اک اونکاف میں ہے
اور اب روان طوات میں ہے
زبان دبیان کی بیسی ادائیش ”چراغ کعبہ“ میں بھی شروع سے آخر
تک نظر آتی ہے۔ بایں ہمسہ شنی حسن داشتے خالی نہیں ہے۔ بطور مثال اس کا بھی
ایک ملکزادی گھنٹے سے
داخل ہوئی کعبہ میں وضو سے
ادڑھے ہوئے لیاں گل انداً
شنبہ کی روا بقصد احرام
جگ جگ کے چورٹی ہوئی بال
کیاسی صفا کے رنگ فن ہے
پردیں کو بنائے منہ کا سرا
نام جموں سے چھپائے چرا

ہنگام سپیدہ سحر گاہ
اک مجری صادق البيان ہے
کیفیت وحی میں ہے بلبل
بزہ ہے کنار آبجو پر
ذوبت بے صدائے قربیان کی
محب تجلیہ فاختہ ہے
اک شاخ رکوئی میں کی ہے
رسون کی زبان پر مناجات
استبع شکوفہ یا معمور
محصلی ہوتی بونے گل چن میں
غذے میں سے خاشی کا عالم
کیا ری ہر اک اونکاف میں ہے
اور اب روان طوات میں ہے

آماں کھلتا ہوا نہ جانا
امانِ جو حسیم صوفیان
تائے کادم انیر، وہ سدم
انفاس ہوا رغیق دھرم
خوشبودہ کہہا یا مسن کے
لپٹے ہوئے بالوں میں ملن کے
یا تازہ بسی ہوئی ختن کی
کلیاں یوسف کے پیر ہن کی
یہ اشاعتِ شنزی کی تہیید یا پس منظر کے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کے بعد "گرزا"
کے عزان کے صراحت کی رجست آفریں رات کا منظر کھینچا گیا ہے۔ بعد ازاں مدح جہیل
"صفیتِ برائق" اور "مسجدِ قصیٰ" وغیرہ کے عزان کے ساتھ غلک ابی مانلک عتمہ کی رہ
اور آخر میں جنت و دوزخ، "خرش و کرسی" اور مقامِ اعلیٰ پر آنحضرت کے درودِ فرانے کا
بیان ہے۔ شنویِ مناجات پر ختم ہوتی ہے اور زبانِ لکھنؤ میں عین کا کوردی کی فنی مذار
اور شاعرِ نظافت، کاسکر جمالی ہے۔

کلامِ محسن میں فضائل و خوبیات کے ملاوہ نقیۃِ غزلیں اور رباعیات
بھی ہیں اور ان سب میں محسن نے اپنے میاں رفتگوئی کو برقرار رکھا ہے لیکن بیسا
کا اد پر تفصیل دی جا چکی ہے فکر و فن کے جو محسن ان کے نقیدہ مدحِ المرسلین
میں در آئے ہیں وہ کسی اور جگہ نظر نہیں آتے۔ یعنی وجہ ہے جو شریعت اس تقصید کو
وہ کسی دوسری فلک کو حاصل نہ ہوئی۔

عین کا کوردی کی نقیۃ شاہری، اور صحبت کے ذیرا اثر آنحضرتی عزیز امیرِ هنائی
(۱۹۰۰ء تا ۱۸۲۹) نے بھی رفتگوئی کی طرف خاص توجہ ہے چنانچہ ان کا اور ان نقیۃ
خرد ہے جو عین کے نقیدے کی تفصیل کے طور پر کہا گیا ہے۔ سچے الگ شاریع ہوا
بعد کو امیر کے نقیۃ مجرم کلام "محابِ خاتم الانبیاء" میں چھا بھدا۔ اس کا جواب ایشان
امیرِ هنائی کی میلو دشیفت "خیابان آفرینش" کے ساتھ شائع ہوا ہے وہ اس وقت میرے
سلئے ہے اس میں نقیۃِ نسماہ، غزلیں، مناجات، ترجیع بند، مسدس، محسن اور

تفصیلیں بھی شامل ہیں۔ فضائل عالم ہند پر شکلِ زیسوں میں کہے گئے ہیں اور امیرِ هنائی کی قادرِ الکلامی دیکھان وافی کا سکے بھجاتے ہیں۔ قصیدہِ نگاری کے لوازم کو بھی یہ پڑا کرتے ہیں۔ لیکن بخلافِ شاہزادی ایسے خوبیں کہ انہیں رفتگوئی کی تاریخ میں قابل ذکر اضافہ کیا جاسکے۔ حافظ اور جامی کی غزلوں کی نقیۃِ تفصیل، البته خوب ہیں۔ آنحضرت کی پیدائش کے بیان میں مسدس کی سورت میں ترجیع بند میلاد شریف کی مخالفوں میں پڑھنے کے لئے لکھا گیا ہے وہ بھی زبان دیکھان کا بہت اچھا نمونہ ہے بعض مقامات پر اس مسدس کا حسن و زفا نہیں دو یہی کام شیوں سے جامل ہے جو مت
دو بندے بغدر مثال دیکھئے۔

کرد و خبر یہ تھیں میلاد شاہ ہے
یاں آمد جا پر رسالت پناہ ہے
امت پیغمبروں کی یہ جلوہ گاہ ہے
سیدِ گوئی یہی بہشت میں جانے کی راہ ہے

و ربارے عام گرم ہوا استمار دو
جن و پیشہ سلام کو آئیں پکار دو

جن کو و قاف سے تو بناں سے نکلے
آنکھوں سے انہم دھم دھر دنکار کے
بھر روان سے مردم آبی تلک پتے
جیتھے وحش و طیروہ سہ پیش کرے

و ربارے عام گرم ہوا استمار دو
جن و پیشہ سلام کو آئیں پکار دو
نقیۃِ غزلوں کی تعداد امیر کے بیان خاصی ہے۔ یہ در اصل امیر کا نقیۃِ دلوان

ہے جو میں الف سے لے کر یہ تک کی رجیعت کی لفظی غزلیں ترتیب وار درج ہیں۔ غزوں کے ساتھ بعض نظیں بھی شامل کردی گئی ہیں۔ لفظیہ غزوں میں ایمیز نے آنحضرت کے اوصاف و کمالات کے بیان کے ساتھ ساتھ ان کی سیرت کے بعض اہم یہلوؤں کو بھی اچالا گزر کیا ہے سخراں کو قوجہ کا مرکز بنایا ہے۔ غزوں اور دوسرے کا زامول پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ بعض دوسری روایات و واقعات زندگی کا بھی تذکرہ کیا ہے اور کیسی کیسی آنحضرت سے جو شیعیدت و فرمودجہت کا انعام بھی کیا ہے۔ عقیدت و بیت کا یہی انعام حبان جہاں بھجو پر ہو گیا ہے ان کی لفظیہ غزلیں میں دلکشی و تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔ ان کی بعض لفظیہ غزلیں پوری کی پوری بست اچھی ہیں اور پڑھنے کے لائق ہیں۔ ایسی غزوں کے مطلع بطور حوالہ درج کے جاتے ہیں جو محاسن شری سے ملا مال ہونے کے سبب اردو کی مقبول ترین فنتوں میں شمار ہوتی ہیں۔

چنک کے کتابے پہنچنے پہنچنے گاؤں سے بڑھ کر سار تم پر
چنک رہی ہے چن میں بیل ہزار جانیں نثار تم پر

جب مدینے کا صافر کوئی پا سنا بوس
حرست آتی ہے یہ پہنچاں مبا جاتا ہوں

خلق کے سروز شافعِ عشر صلبی اللہ علیہ وسلم
مرسلِ دادر خاص پیغمبر مصلی اللہ علیہ وسلم

یادِ حبِّ مجَدِ مدینے لی فض اآتی ہے
سانس لیتا ہوں توجہت کی ہمرا آتی ہے

کس کے آنے کی فلک پر ہے خراج کی رات
آنکھ سورج سے طاہا ہے خراج کی رات

محسن کا گوروی اور ائمہ ہیانی کی طرح مولانا حائل نے بھی اسلامی اقدار اور فنت کے موضوع سے گھری دلچسپی کا انعام کیا ہے۔ مولانا حائل شاعر تھے، نقاد تھے، سوانح نگار تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کچھے مسلمان اور علمیت اسلامیہ کے عنوار تھے۔ ان جیسے پاک نہاد اور پاک سیمیٹ ادیب روزہ نہیں ہوتے۔ پاک وہند کے سلازوں کی زندگی ان کی شخصیت اور ہن دو فن سے متاثر ہوئی ہے۔ اس تاثیر میں حائل کے ان تی خیالات و جذبات کا بڑا بدل ہے جن کے نقوش ان کی شاعری کے ساتھ ان کی زندگی میں بھی صاف نظر آتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا حائل نے جس رومانی اور خلیص نیت کے ساتھ اسلامی قدروں کو اپنے فکر و فن کا محور بنایا ہے اور وہ کہ بت کم شاعروں نے بنایا ہے۔ پرانی غزوں کو چھوڑ کر ان کی شاعری کا شاید ہی کوئی جزو ہو جس میں آنحضرت کی سیرت اور سیفام کا عکس صاف نظر آتا ہوا لیکن فنت کے موضوع پر براہ راست بھی انہوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ان کا مجموعہ کلام و جلد وہیں کلیاتِ تکمیل حائل کے عنوان سے ۱۹۷۰ء میں مجلس ترقی ادب لاہور سے شائع ہوا ہے۔ اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا حائل نے ہر فنت میں کچھ زکچھ کہا ہے۔ رباعی، نمس، غول، تقیدہ اور سداس سب میں فنت گوئی کے نزدیک مل جاتے ہیں۔ لفظیہ تقیدوں میں بلند پایہ دہ ہے جو غالباً، میں اور ذوق کی مشترک رہیں (آسمان کے لئے جہاں کے لئے بیان کے لئے) میں کمائی ہے۔ چند اشعار دیکھئے ہے

بنے بیں مدینت سلطانی دو جہاں کے لئے
سخن زبان کے لئے اور زبان دبان کے لئے

دو شاہ جس کا عدد جیتے جی جنتم میں
عداوت اس کی عناب الیم جان کئے
دہ چاند جس سے ہوئی نسلت جمال معدوم
رہا نہ تفرقہ روز و شب زماں کے لئے
حفاۓ قلب حوالہ ان کینہ خواہ کے ساتھ
دعاۓ خیر بد اندریش و بدرگام کے لئے
د حرف و صوت میں دست و کام بہ پیکتے
حقیقت پیش مراجع کے بیان کے لئے
حریقت نفت پیغمبر نبیں حسن حمالی
کماں سے لا یے الجاذیں یار کے لئے

اس نقیصہ سے یہ صرف تینیں اشمار میں اور غیر ضروری مبالغہ اول و غلطی صنایعوں
سے پاک ہیں۔ دوسرا نقیصہ اس سے ملہے ہے۔ اس کا بھی مطلع اور آخری شعرو بپر جو
دیکھتے پڑے ہے
میر بھی ہوں حسن طبع پر مفرد
مجھے سے اٹھیں سے ان کے نازرہ

جیتے جی دل میں یاد ہو تیری
حرستہ دم لب پر ہو رتا مذکور
حالی کی نقیقہ شاعری کے سلاں میں ان کا ایک فارسی نہیں بھی قابل ذکر ہے۔ یہ
منس عالیت کی فارسی نقشی غزل کی تنسیں میں کہا گیا ہے۔ صرف آخری بند دیکھئے۔
ہمت پر درج شہ من و حالی گماشتہ
گھنیم و از نگاشتنی با نگاشتہ

چون کام ولب فرا خوب و صفحش نداشتیم
غالب شاستے خواجہ بیز داں گداشتیم
کان ذات پاک مرتب داں مجنہ است
لیکن نفت گئی کے سلسلے میں تعالیٰ کی شریعت نقیصہ و منس کے بسب نہیں بلکہ دس
کے ایک ٹھکرے اور ایک غول نامنا جات کے بسب تائیم ہے۔ مولا تعالیٰ نے اپنا
مسدس مدد جزراً اسلام سرید کی فرائش پر لکھا تھا۔ اس کے سیکڑوں ایڈیشن مکمل چکے
ہیں۔ مسدس کیا ہے مسلمانوں کے عورج دزوں کی جبرتیک اور دردناک داستان ہے۔
حالی نے اس مسدس کے ابتدالی حصے میں جہاں اُنحضرت کی بعثت کا سال نظم کیا ہے وہاں
اُس محبت انسانیت کے بعض صفات کا ذکر بھی کیا ہے۔ میری ہر اولاد مسدس کے اس مقام سے
ہے جس کا آغاز اس شعر کے برتاؤ ہے ۔ ۔ ۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں عزیزیوں کی بر لانے والا
حالی کی یہ نقیقہ اشارہ بر قلم کے تکلف سے پاک ہیں ان میں نہ تو نکرو خیال کی
جدت و کھانے کی لواشش کی گئی بہ نہ کسی قسم کے مبانیے یا لفظی اعتمام سے کام لیا گیا
ہے نہ غیر ضروری معنی آفرینش کو جگہ دی گئی ہے نہ الفاظ کی شعبدہ گری کو شاعتی کا طرہ
انتیاز سمجھا گیا ہے۔ نہ زبان و بیان کے ظاہری شکوہ کو محیت دی گئی ہے اور نہ تخلیل کی
ہے جاؤ ان کیں نظر آتی ہے۔ حالی نے تو کچھ کہنا چاہا ہے ورد بھرے دل نے ساتھ مدد اور
معصوم سادہ اور بے ساختہ زبان میں کہہ دیا ہے۔ صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ مولا ناجوچ
کہہ رہے ہیں دل کی گہرائیوں سے ساتھ کہہ رہے ہیں چانچکہ دہ اُنحضرت کی نندگی پر یہ
ڈالیں یا ان کی سیرت کا بیان کریں، انسان اور انسانیت پر ان کے الطاف و اکرام کا
جاہزہ لیں یا ان کی ذات گرامی کے دلیل سے مناجات کی صورت میں قوم کو ذات دوسراں

ہستار اور اہم نام علامہ اقبال کا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ حال کی طرح علامہ اقبال کو بھی کسی معنی میں لفظ کو شاعر نہیں کہ سکتے۔ اس لئے کہ ان کے بیان رسمی انداز کی صرف ایک وہ نقیۃ غزلیں ملتی ہیں۔ وہ بھی ان کے بالکل ابتدائی دور کی ہیں۔ مثلاً ان کی دو فونت جس کا مطلع ہے ۔

نگادِ شاشت کی دیکھیلیتی ہے پر وہ میمُ ڈھاکر
وہ بزمِ پیش بیس اسکے بیچیں ہزار من کچپا چپا کر

اسی درکی یاد کا رہے لیکن لفظ کے فیروزی معنوں میں علامہ اقبال اور دوسرے اہم ترین لفظت نگار ہیں۔ انھوں نے صرف یہی نہیں کہ اپنی شاعری میں یکڑوں جسگے آنحضرت کی سیرت و کمالات کا دلماض اخبار کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان کی پوری شاعری کا حقیقی محور سیرتِ محمدی اور اسیدہ رسول ہے حتیٰ کہ ان کے فلسفہ خودی کا اصل الاصول بھی یہی ہے۔ سارے خودی سے مدد کر جاوید نامہ تک ان کا کلام دیکھ جائیے اس محور سے انحرافِ مشکل سے کیسی نہ گا۔ ان کا کلام صاف بتاتا ہے ان کے فکر و فن کا نقطہ آغاز بھی رسالت ہے اور نقطہ ارتقا و انتقام بھی رسالت ہے۔ رسالت کی تعریفِ روح بے خودی کے ابتدائی معنوں میں انھوں نے اس طور پر کی ہے ۔

از رسالت در جسان نکوین ما	از رسالت دین ما آئین ما
از رسالت هدیہ زارہ ایک است	جزواز جزو مالا ینک است
از میان بسیر او غیریم ما	شل میچ اشمہم نی ریزیم ما
دین فطرت از نبی آمنستیم	در و حق مشک از روختیم
وں گمراز بھریے پایاں ادست	ای کیک جانیم اذ احسان اوت
قوم را سدمایہ قوت ازد	حفظ سر و حدیت لمت ازد
لکد ابت رفت رسالت کا توییف و تعریف تک نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے	

سے بخات دلانے کی دھانچیں سب کے سب جذبات و تاثیریں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کی ایک مناجات تریسی ہے جو ہر قومی ایسے کے وقت بے ساختہ ہماری زبان پر آجاتا ہے۔ اس مناجات کے بعد، اشعار آپ کو یاد ہوں گے۔ صرف مطلع دیکھئے ۔

اسے خاصہ خاصابن رسی وقت دعا ہے

امّت پر تری آس کے علب وقت پا ہے

پوری مناجاتِ حالی کے خلوصِ جذبات کا مرقع ہے اور در و مندوں رکھنے والے مسلمانوں کو چلا کر رکھ دیتی ہے۔

مولانا حالی کے اس سادہ و پر کاربِ وجہ نے اپنے معاشرین اور بعدکے شعرا پر گمراہ تریلاابے۔ سریشی کی تحریک اور پاک وہندہ میں مسلمانوں کی بعض و درست تحملیات نے بھی بعض مذہبی مصنوعات خصوصاً لفظت کوئی کی جانب بارہ شراء کی توجہ مبذول کرائی ہے جنابخی میوسی مدنی عیسیٰ کے اکثر شراء نے نعتیں کہی ہیں اور وایتی لفظ گوئی سے ہٹ کر بالکل نئے اندازے کہی ہیں۔ بعض نے لفظت کے موضع کو قوم و ملک کی سیاسی و تمنیِ زندگی سے ہم آہنگ کر کے اسے ایک نیاروپ دینے کی کوشش کی ہے بعض نے مسدس اور شمزی کو نظر انداز کر کے فلم کی جدیدیںستوں کو لفظت کے موضع کا متحمل بنانا چاہا ہے۔ بعض نے محصر لفظت کھنکے بجاۓ آنحضرتؐ کی پوری زندگی اور ان کی سیرت کے سارے پیلوں کو طویل نظم کی صورت میں کیتی یا ہے۔ بعض نے پوری تاریخِ اسلام کو کئی کئی جلدیوں میں تلہم کر دیا ہے اور بعض نے درود و مناجاتِ دسلام کی صورت میں نہایت مؤثر اور پاکزیدہ نعتیں کہی ہیں اور تازہ صورتِ حال یہ ہے کہ نسل کے شرعاً معمراً اور آزاد نسلوں کی شکل میں ایک نئی معنویت کے ساتھ لفظت کے موضع کو پیش کر رہے ہیں۔

حالی کے بعد لفظت کے موضعات اور اسلامی قدر دن کے میدان میں سب سے

تو پیغام میں اکثر جگہ آنحضرتؐ کے اخلاق و بیرت کا ذکر آیا ہے اور اقبال کی بڑی مشائخانہ لڑو
مزاج شاعرانہ نے ہر علیحدہ اس ذکر میں خاص قسم کا لطف دیکھ کر مودیا ہے چنانچہ اس
ذکر میں اقبال کے یہاں بہت سے اشعار بہت سے ٹھکرے اور بہت سے ایسے نظمات
مل جاتے ہیں جو اقبال کو ایک بلند پایہ نظم گوتابت کرتے ہیں۔ یہ مفرود ہے کہ ان پبلوں
کے ذکر و اذکار میں اقبال نے اردو سے زیادہ فارسی سے کام لیا ہے مفہی ان کے غصہ شمار
زیادہ تر فارسی ہی میں ہیں۔ جو من شاعر گوئے کی مشور نظم (لغوہ محمدی) کا ذرا تو ترجیح بھی
اقبال نے فارسی میں کیا ہے۔ یہ نظم پیام مرشد میں ہے جو ”آب“ کے نام سے شامل
ہے۔ چار چار شعروں کے چار بند ہیں اور اسلامی تعلیم و تصویر حیات کے حقیقی تر جان ہیں
صرف دو بند بطور نمونہ دیکھئے ہے

در راد او بجار پری خانہ آنسدید
ز گرس د مید ولاد مید د مسن د مید
 محل عشود واد د گفت یک پیش باليت
 خندید غنچہ د سیر دامان او گشید
 نما آشانے جلوہ فروشان سبز پوش
 صحراء برید د سینہ کہ د کردید

زی بحر بسکرانا چ ستابانہ می روہ
 در خود یگانہ از ہم بیگانہ می روہ

دیائے پر خوش ز بند و شکن گذشت
 از شنگانے دادی د کوہ د ڈن گذشت
 بیجانا جو سیل کر ده نشیب د فراز را
 از کاخ شاہد بادہ د کشت و ہم گذشت

فلسفہ خودی کے خواصِ ترکیبی میں جنایوی عقمر عرشت رسول ہی قرار دیا ہے۔ ان کے
نزدیک جب خودی دوسرے ارتقائی مذاہل سے گذر کر آنحضرتؐ کی محنت سے سکھار
اور فرقہ استنات سے سکھم ہو جاتی ہے تو کائنات کی ساری قوتوں اس کے تخفی میں آجائی
ہے۔

از محبت پر خودی حکم شود قوش فراں وہ عالم شود
 پنج ا پنج، حق ہی شود ماہ ازا نگشت ادشت، می شود
 اس قسم کے اشعار سے اندازہ کیا جاسکتے ہے کہ اقبال نے ”خودی“ کے ذریعے
 جو فلسفہ حیات بیش کیا ہے وہ حقیقتہ دین مصلحتی ہی کی شاعتہ تغیر و تفسیر ہے۔ خودی
 کی تربیت و تکمیل کے لئے جب وہ آئین فطرت کی پابندی کی تکفیں کرتے ہیں تو ان کی
 مراد اخلاقِ محمدی اور اسوہ رسول کی پابندی دپر دی ہے جنہاً شعار و بیکھے
 تو ہمی دلی کر آئیں تو پیسٹ، ذیپر گردوں سر تکلین تو پیسٹ

آن کتاب نزدہ قرآن حکیم حکمت اولاً یہی است و قدم
 از یک ائمہ مسلمان نزدہ است پیکر لوت ز قرآن نزدہ است
 ہست دین معطیتے دین حیات بی شبات از قوش گیر و شبات
 غنچہ از شاہارِ مuttle گل شواز باؤ بس ارسطو
 از سارش رنگ دلو بایگرفت بہرہ از حشناک او بایگرفت
 فطرت سلم مرا پا ٹھفت است در جہاں و مدتہ ز باش چوتھتہ است

اقبال کے کلام میں رسانست یافت کا موضع کرکے جو تک دلیل ہے ان اشعار
 کی روشنی پس اس کا جواب کچھ مشکل نہیں رہ جاتا۔ اس داخل، ”نچھے یہ ہوا ہے کہ ان
 کی شاعری رسم، انداز کی نسبتیہ شاعری نہیں رسی بلکہ ذات، صفاتِ محمدی کے بیان تے
 سماج سا عدو دین مطہری کے اساسی پبلوں کی بھی مظہری گئی ہے ان پبلوں کی تشریع

بیتاب و تند تزوہ جگر سوز و بیقدار
در هر زمان بتازه رسید از کمن گذشت
زمی بھر بیکرانه چ رسانه می روود
در خود بیگانه از هم بیگانه می روود

گوئی کی یہ نعلم جس میں اس نے اسلامی تخلیق کو نہایت خوبصورت پر لے گی
جلگدی ہے دراصل اس کے ایک مجوزہ اسلامی ڈرائی کا جزو تھی لیکن اس کی تحریک
نہ ہو سکی۔ اقبال نے المانی شاعر کے نازک ولطین خیالات کو حد درج شکستہ و سادہ فارسی
میں تعقل کر کے یہ مہمولی کمال شاعرانہ کا بثوت بہم پہنچایا ہے۔ ”رموز بے خودی“ کے
آخر میں بھی ایک نہایت خوبصورت فتحیہ مکمل امداد ہے۔

اسے ظہور تو شباب زندگی جلوهات تبیر خواب زندگی
اسے زیں از بارگاہ است ارجمند آسمان از بو شمہ باعت بلدر
شمش جبت روشن زتاب روئے تو ترک، و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو بالا پائی ایں کائنات فخر تو سرمایہ ایں کائنات
در جہاں شیع حیات افراد تھی سندگان را خواہی آموختی
بے تو از تابود مند بیها محیل پیکر ان ایں سرائے آب دلکل
تادم تو آئشے از بگل کشود قوہہ ہائے ناک را آدم نمود
ذرہ دامن گیر بہرہ ماہ شد یعنی از نیروئے خلیش آگام شد
تامرا اقتدار بردویست نظر از اسب دام گرشمه محبوب تر
ان اشعار کے بعد اقبال نے اپنے اضطراب عشق اور تدبیت اسلامیہ کی بدحالی کا
ذکر بڑے درومند بھی میں کیا ہے۔ آخری شعروں میں بطور مناجات حضرت اکرمؐ سے
امتنبیت محمدی پر نگاہ خاص کرنے کی دعا مانگی ہے۔

خواہید نامہ میں جا بجا بڑے دلکش اور معنی خیز فتحیہ اشعار نظر آتے ہیں۔ اس
سلسلے میں نلک مشری پر حلاج و غالب اور قرۃ العین طاہرہ دزندہ رو دے کے مکالمات
کی صورت میں اقبال نے جو کچھ کہا ہے خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ دزندہ رو دے نے فتحیہ
کی کشمکش کے بارے میں سوال کیا تھا
صد جہاں پیدا دریں نیلی فضافت ہر جہاں را ادیا و انبیاء
اقبال نے غائب کی زبان میں جواب دیا ہے
نیک بگر اندریں بود و بود
پے بپے آید جاننا در وجود
ہر کجا ہنگامہ عالم بود
رحمت اللہ علیینے ہم بود
دزندہ رو دے نے اس نکتے کو فاش تر الفاظ میں بیان کرنے کی گزارش کی تو جواب میں
غالب نے کہا ہے
غلق و تقدیر و دہایت ابتداء
رحمت اللہ علیینی انسا است
دزندہ رو دے اس فرم کا سوال ملاجع سے کیا۔ اقبال نے ملاجع کی طرف سے جواب
میں کہا ہے
ہر کجا ہیں جہاں رنگ بود
آن کہ از عناکش بروید آمزد
یا ز فوری صطفہ او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاش صطفہ است
دزندہ رو دے نے مزید صفات کے لئے سوال کیا ہے

از تو پر سُم گچ پر سیدن عطاس
سر آں جو هر کنا مش میٹھا است
آدمے یا جو هرے اندر وجود
آنکه آید گا ہے گا ہے در بوجو!

اس کے جواب میں علامہ اقبال نے حلائق کی زبان سے جو کچھ کملوا یا ہے تو تجدید
رسالت کے ایک نایت نازک اور اہم پسلوکیزیر بحث لے آتا ہے۔ اسیں اقبال نے بعد
معبود کے رشتے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کا بیان جسی کاری کے
ساتھ کیا ہے وہ نعمتیہ شاعری کی تاریخ میں آپ اپنی مثال بن گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا میود سے کیا اور کس فرمیت کا رشتہ ہے اس سلسلے کے چدا شار دیجئے چلتے ہے
پیش او گیتی جبیں فرمودہ است

خوش را خود عبدہ فرمودہ است
عبدہ از نہیم تو بالاتراست
ذانکه او ہم آدم دہم جو هر است
جو هر اونے عرب نے اجم است
آدم است دہم ز آدم اقدم است
عبدہ صورت گری قفتدری ہا
اندر دیرانہ نامہ تمیسہ ہا
عبدہ ہم جالفسڑا ہم جلستان
عبدہ ہم شیشہ ہم سنگب گران
عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
ناسرا پا انتشار او منتظر

عبدہ دہر است دہر لذعیہ است
ماہر نیگم ادبے زنگ دہر است
عبدہ با ابتدا بے اتساست
عبدہ از صبح دشام با کجا است
کس ز سر عبدہ آگاہ نیست
عبدہ جو میر الاعداد نیست
لالہ تین و دم او عبدہ
فاس تر خواہی گو، ہو عبدہ
عبدہ چند و چکون کائنات
عبدہ راز درون کائنات

"ارمخانِ حجاز" کے بعض تقطیعات بھی اقبال کی نعمتیہ شاعری کے بہترین اجزا
میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں۔ ایک قطعہ تو حضور نے آنحضرت کے محبت اور خوف
کے باب میں کچھ اس انداز سے کہ دیا ہے کہ ہر صاحبِ دل مسلمان کو انداز سے چکلا کے رکہ
دیتا ہے۔ آپ نے یہ قطعہ مندرجہ سُنّا ہو گا۔

ہ پایاں چوں رسدا ایں عالم پیر
شود بے پرودہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسو، حضور خواجہ مارا
حساب من ز چشمیم او نہال گیر

اقبال کی اردو شاعری کی بھی یہی صورت ہے یعنی اساسی طور پر ان کا سارا
کلام توحید و رسالت کے پاکیزہ تصورات و دیکھاں نکالت کا منہبے لیکن رسمی انداز
کی نعمتیہ لکھن یا غزلیں ان کے بیان نہیں ہیں۔ ان مختلف مداروں پر نکلوں میں درجنوں

میسے اشعار اور طنکری مل جاتے ہیں جو اعلیٰ درجے کی نعمتی شاعری کے زمرے میں آتے ہیں مثلاً سنانی کے مزاس کے سلسلے کی نظم میں بعض ایسے اشعار ہیں جو حضور اکرمؐ کی ذات اقدس کی محبت و عقیدت میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔

نکر تعلید اے جبریل میرے جذبِ صحتی
تن آسان عرشیوں کو دکر و پیغ و طوان اولیٰ
ٹھب کیا گرہ و پروین مرسے پھر جو جائیں
کہ بر فردا ک صاحب دو لئے بستمِ رخود را
دو دن اسے بیانِ ختمِ لائل بولاۓ کل جس نے
غبارِ راہ کو بخش فردیغ وادیٰ بینا
نگاہِ جذب و سکی میں وہی اتل وہی آخر
دہی قرآن وہی فرقاں دہی لیں وہی طلاق

بعض جگہ غزلوں میں بھی نعمت کے بلند پایہ شعریں جاتے ہیں۔ مثلاً بالِ جبریل کی ایک غزل میں ہے ۔

خرلی ہے یہ معراجِ مصطفیٰ یہ بمحے
کر عالمِ پشریت کی زدیں ہے گردوں

اور کئی مقامات ایسے ہیں جہاں اقبال نے حضور اکرمؐ کو مخاطب کر کے اپنی بات کی ہے اور اس اندازے کے نعمت کے سوا ان کے اشعار کو اور کوئی نام نہیں پہچا سکتا اس مخاطبے کی ایک مثال دیکھئے ۔

روح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجہ دل کتاب
گنبد آگینہ زنگ تیرے محیط میں جباب
عالیٰ آب و غاک میں تیرے ظہورے سے فوج

ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
شوکت سنجو دلیم تیرے جلال کی نود
فتری جنید و با بیزید تیرا جمال بے نقاب
شوک ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا بجود بھی حجاب
تیری نگاہ نماز سے دوفون مراد پاگے
عقل عیاں و حستجو عشق حضور و مختار

بیویں صدی کے اور دو شخرا میں نعمت گو گی تیشیت سے مولانا ظفر علی خاں کا نام
حکی اور اقبال کے بعد سب سے زیادہ اہم ہے۔ مولانا ظفر علی خاں پچھے قسم کے متسلسل
حکومت برطانیہ کے کڑباگی ایک تمنہ مزاج سیاسی رہنا۔ ایک شعلہ بین مقفرہ ایک۔
القلاب پسندادیب ایک ہمہ گیر شاعر اور ایک سخت گیر و آزاد خیال صحتی تھے ان کی
تقریر ہو یا تحریر ہا شرمویا نظم مذہبی جوش و خوش سے خالی نہ ہوتی تھی۔ بعض ناقہنین اس
جوش و خوش کے سبب ان کی شاعری اور نثر کو کچھ زیادہ وقت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے
حالانکہ خوب سے دیکھا جائے تو یہی چیزان کی تحریروں کو زندہ رکھتے والی ہے۔ شاعری
میں انھوں نے زندگی کے بے شمار موضوعات پر طبع آنیا کی ہے۔ ان موضوعات میں
سے برشیر کا تعلق چونکہ وقتی سیاسی ہنگاموں سے ہے اس لئے تکمکن ہے کہ ان کی شاعری
کا یہ حصہ فتنی و ادبی لحاظ سے زیادہ بلند پایہ نہ ہو لیکن مذہبی موضوعات پر انھوں نے
بوجو کچھ کہا ہے وہ ہمیشہ دھپری سے پڑھا جائے گا۔ وجوہ یہ ہے کہ ان کے مذہبی جوش و
خوش کا اظہار ہیں دل اور یزی کے ساتھ شاعری میں ہوا ہے کسی اور صورت میں نہیں ہوا
غیر مذہبی موضوعات میں ان کی لمی و مذہبی جوش نے ایک طرح کی بے اقتداری اور
جنہ باتی تاہمواری پیدا کر دی ہے لیکن مذہبی موضوعات خصوصاً نعمتی شاعری میں یہ جز

تھا مل ہے۔ شاہ نیاز کا سارا کلام عشقی حقیقی میں ڈوبا ہوا ہے اور غزل کی صورت میں بے
چند اشعار اور غزلوں کو چھپوڑ کر ان کے سارے کلام کو لغتیہ قرار دینا باظا ہر حقیقے نہیں معلوم
ہوتا۔ لیکن جو کہ صوفیات کرام نے حقیقے کے بیان میں زیادہ تر مجازی علامتوں نے
سے کام لیا ہے اور آنحضرت کی محبوبیت کو بالعلوم مجاز کے پیرائے میں نظم کیا ہے اس لئے
ان کے عاشقانہ کلام کو چاروں ناچار حمد و لعنت ہی سے تبرک رکنا پڑتا ہے۔ ان کی ایک فارسی
غزل دببور غور نہ ہم نے اتحاب کے حصے میں دے دیا ہے

بیدم دارثی لغت گولی کے سلسلے میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں وہ اردو کے
ان نعمت گو شعراء میں سے ہیں جن کا نام شعرو ادب کے حلقوں خاص سے نکل کر مجھے ماں تک
پہنچ گیا ہے۔ ان کی نعمتیں اور عاشقانہ غزلیں تو ای کی مختفلوں سے لے کر ہام جلوں تک
میں پڑھی اور شرق سے سُنی جاتی ہیں۔ آج سنہیں برسوں سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ قبل ہام
کے لحاظ سے وہ اردو کے دوسرے نقیر اکبر آبادی ہیں، نقیر اکبر آبادی انسان کی خارجی
زندگی اور اس کے ماحول کی ترجیانی کے سبب شہرت رکھتے ہیں۔ بیدم دارثی کو انسان
کی داخلی زندگی کی عکاسی اور اس کے عشقیہ جذبات کی ترجیانی میں کمال حاصل ہے۔ نقیر
کے بیان جگ بیتی کا لطف ہے۔ بیدم دارثی نے جو کچھ کہا ہے آپ بیتی بن کر کہا ہے
اور آپ بیتی وجگ بیتی میں اشیز پذیری کے لحاظ سے جو فرق ہے اس سے کبھی واقف نہیں۔
کلام ہم بیدم دارثی کی نمایاں ترین خصوصیت اس کا سوز و گداز ہے۔ ان کی شاعری
کیا ہے ایک دیوانہ مجتہد کے دل کی اداز ہے۔ ایسی آواز جو سنتے والوں کو متاثر کئے
 بغیر نہیں رہتی۔

بیدم دارثی کا محبوبہ کلام "مصنوع بیدم" مطبوعہ ملک سراج الدین ایڈنسٹر
لاہور اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس میں نعمتیں۔ سلام اور عاشقانہ غزلیں سمجھی شامل
ہیں اور شاعر ان محاسن کے لحاظ سے قابل مطالعہ ہیں۔ واقعیت یہ ہے کہ بیدم دارثی کی

ان کے کلام کا حسن بن گئی ہے۔ چنانچہ دوسری فرم کی شاعری میں یہ تو ممکن ہے کہ مولا ناگی
شہرت و عظمت کسی وقت ناقدی کا شکار ہو جائے لیکن ان کی لغتیہ شاعری کا ایک
جز رایا ہے جو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا اور ان کے نام کو زندہ رکھے گا۔
مولانا ظفر علی خاں کے مجموعہ ہائے کلام میں متعدد نعمتیہ نظیں ملتی ہیں۔ یہ

نعمتیں مختلف اصناف میں پھیلی ہیں اور ان کا کیونس خاص و معین ہے۔ نعمتیہ میں
سیرت۔ سوانح۔ واقعہ۔ معراج۔ صحیحات۔ اور شائل۔ اور صاف سب کو مخنوں نہیں اپنے
نعمتیہ کلام میں سینہنے کی کوشش کی ہے اور اس کو شش میں دہ اکثر جگہ کا میاں، گوئے
ہیں۔ ان کی سب سے مشور نعمت، وہ ہے جس کا مطلع ہے ہے

وہ شمع آجال اجس نے کیا چالیں برس نک غاروں میں

اک روز جملکے دالی تھی سب دنیا کے درباروں میں

اس نعمت کے علاوہ مندرجہ ذیل مطلع کی نعمتیہ غزل بھی بہت مقبول ہوئی ہے اور پڑے
ذوق و شوق ہے پڑھی اور سُنی جاتی ہے ہے

دل جس سے زندہ ہے وہ مقتا تھیں تو ہو

ہم جس میں بس رہتے ہیں وہ دُنیا تھیں تو ہو

صرفی شہرا میں شاہ نیاز احمد بریلوی اور بیدم و امشی کی نعمتیہ اور شاعری
بھی قابل ذکر ہے۔ شاہ نیاز احمد بریلوی متوفی ۱۹۲۵ء مطابق ۱۴۰۷ھ مامضی اپنے وقت
کے مشور خدار سیدہ بزرگ سنتے ان کا سلسلہ آج بھی قائم ہے اور اس سلسلے کے تعلق
رکھنے والے حضرات اپنے نام کے ساتھ نیازی رکھتے ہیں۔

شاہ نیاز بریلوی کا کلام "دیوان نیاز" کے نام سے پہلے بھی کئی باہچپ چکا ہے
۱۹۲۶ء مطابق ۱۴۰۵ھ میں اس کا ایک اولین ترتیبی خوار مسلسلہ نیازی کراچی کی
جانب سے بھی شائع ہو چکا ہے اس میں فارسی و اردو کلام کے ساتھ ان کا ہندی کلام بھی

وہی ہے بیان کے بڑے بھائی مولانا احمد رضا خاں کا ہے۔ زینیں بھی زیادہ تر دی ہی
بیان کے بیان بیس نظر آتی ہیں۔ دونوں بھائیوں کی نعمتوں میں جو چیز خاص طور پر ممتاز
کرنے ہے وہ سادگی و صفائی بیان کے ساتھ ساتھ ان کے خوبیات عشقی کی وہ ثابت
ہے جو آنحضرتؐ سے ان کے والمانہ لگاؤ کا ثبوت ہر قدم پر یقینی کرتی ہے۔

اروونعت کوئی میں، دکن کے ایک شاعر علام مصطفیٰ عشقی نے بھی خاصی شہرت
حمل کی ہے عشقی کے والد کا نام حمدیں بخدا۔ محمد آباد بیدر کے رہنے والے تھے اور فہر
حمد و نعمت میں طبع آنکھی کرتے تھے۔ صاحب حال و قال بزرگ تھے۔ اور عشق الہی و
حُبِ رسول میں رست رہتے تھے۔ فارسی عربی اور اردو تین زبانوں میں شعر کرتے تھے۔
شاعر کی حیثیت سے وہ زیادہ مشورہ ہو سکے لیکن نعمت خواں ملجمتوں میں ان کا کلام است
مقبول رہا ہے۔ ان کے عربی سلام کے یہ اشعار آج بھی میلاد شریف کی محفلوں میں پڑتے
جاتے ہیں۔

یاشقیع الوری سلام علیک یابی اللہی سلام علیک
خاتم الانبیا سلام علیک سید الاصفیاء سلام علیک
عشقی نے حمد و نعمت میں کئی چیزیں یاد کار جپوری میں "محمد محمدی الموصوف" بر
ترجمیافت مصطفیٰ جو اس وقت پیرے سامنے ہے۔ اس کے دیباچے میں خوشیت نے
لکھا ہے کہ طبعزاد اشعار کا ایک گلدرست موسوم بلکہ سُر مصطفیٰ معروف با شاعر عشقی
شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ فارسی کے دو دیوان ایک عشقیہ موسوم با اسرار الہی ذرا
دیوان نعمتیہ موصوف بر ایذا مصطفیٰ اور اردو میں پانچ دیوان دو عشقیہ موسوم بر الماء
غینی "دوسراموسوم بر خیالات قدسی اور دو دیوان نعمتیہ پہلا موسوم بر محمد محمدی الموصوف
بے نعمتیہ مصطفیٰ دوسراموسوم بر جماں احمدی المعروف بر تریخات مصطفیٰ
پانچ دیوان اور دو کامو موسوم بر خوبیت اخودی ہے اور یہ آخری دیوان ہے اور ہر ایک

نتیجہ اور عاشقانہ شاعری کو بجا طبقہ بیت اہل ول کے حلتوں میں وہی مرتب حاصل ہے
بیان کے مدد و مدد حضرت وارثت علی شاہ کو اپنے عمد کے فقراء میں حاصل تھا۔

ملائیے دین میں قصہ نگار کی عیشیہ سب سے متاز نام مولانا احمد رضا خاں نوابی
کا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں ۱۹۷۴ء مطابق ۱۳۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸۷ء مطابق ۱۴۰۶ھ
میں وفات پائی۔ اس میانٹ سے وہ مولانا عالیٰ مولانا عالیٰ، اخیر میانی اور اکبر الدینار وغیرہ کے
ہمدردی میں بھتے۔ ان کی شاعری کا محور خاص انحضرت کی زندگی و سیرت محتی۔ مولانا ماحب
شریعت بھی تھے اور صاحب طریقت بھی۔ صرف لغت و سلام اور منبت تھے تھے تھے
دور بڑی درود مذہبی و دلسوzi کے ساتھ تھے۔ سادہ و بے تکلف زبان اور جربتہ
شکفتہ بیان ان کے کلام کی نایاں خصوصیات ہیں۔ ان کے نعمتیہ اشارہ اور سلام سیرت
کے جلسوں میں عام طور پر پڑھتے اور نئے جلتے ہیں۔ ان کا سلام بہ
مصطفیٰ جان رحمت پر لاکھوں سلام

شمع نرم رسالت پر لاکھوں سلام
بہت مقبول ہوا ہے۔ ایک نعمت بھی جس کا مطلع ہے سہ
دعا کیا جو دو کرم ہے ششیٰ بلمحاترا
نہیں نستاہی نہیں مانگنے والا تیرا

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا دیوان "حدائقِ نجاشیش" شائع
ہو چکا ہے۔ اس کا ایکسا اولین دو تین سال پہلے "دنیہ پلٹنگ کمپنی" کراچی سے بھی
نکلا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی حسن رضا خاں حسن بھی صاحب
دیوان شاء تھے "ذوقِ لغت" کے نام سے ان کا بھوپال کلام ۱۳۷۵ھ اور میں دین محمدی
پریس لاہور سے چھپا تھا اور پسی سیرے سامنے ہے۔ حسن رضا خاں کارنگنگن تقریباً

قصیدے کے اشعار سو اسوے اور ہر ایک غزل کے اشعار گیارہ سے کم نہیں ہیں۔“
ان کا اُرد لغتیہ دیوان ”محمد محمد الموصوف پر توصیفاتِ مصطفوی مطبوعہ مطبع
شہی عینہ آباد کن ۱۳۷۲ھ ظاہر کرتا ہے کہ عشق ایک ناوار الکلام نعت کو شاعر
سچے اور جو کچھ کہتے ہے جذبات میں ڈوب کر کتے ہے ان کی زبان سادہ اور بیان
شکستہ ہے لیکن پڑکی نے خیالات وال الفاظ دلفون میں ایک تکار پیدا کر دی ہے کہ
جیلت و ندرت کہیں کہیں ملی ہے۔

سید واحد علی وحید کا بھی ایک قابل ذکر لغتیہ دیوان میرے ذاتی کتبخانے
میں موجود ہے۔ وحید کا وطن قصبه ہسہ ضلع فتح پور تھا۔ اسی نسبت سے وہ خود کو
ہوئی لکھتے تھے۔ ان کی دو شعیعہ شتویان ناؤ سوان ”اور نشریم“ بھی شائع ہو چکی
ہیں اور محابین شعری کے لحاظے سے قابل مطالعہ ہیں۔ وہ اُرد دیوان ایک لغتیہ اور ایک
عشیقہ بھی ان کی یاد گاری ہیں۔ یہ ساری چیزیں الگ الگ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳۴۸ھ میں
مطبع اکلیل بہراچ دیوانی اسے چھپ بھی ہیں اور راقم الحروف کے پاس موجود ہیں
و حیدرسوی کا استعمال ۱۳۴۸ء مطابق ۱۹۶۹ء میں ہوا ہے۔

ان کا لغتیہ دیوان اگرچہ منقرہ ہے لیکن زبان کی صفائی اور خیال کی پاکیزگی
کے لحاظے سے قابل توجہ ہے اس میں قصیدے غربیں اور سداس شال ہیں ایک سداس
غنتیت کی مندرجہ ذیل غزل ہے

جینم سجدہ مشتاق جنابے
کزو ہر ذرہ گرد آفتابے

کی تصمیم یہ کملہ اور خوب کہا ہے۔ پہلے بندیں فارسی ہی کے مصروع لگاتے ہیں
ہاتی مصروع اُرد میں ہیں۔ غنتیت کا فارسی شعر ہر بند کے آخر میں آیا۔ بطور مثال پہلا
بندیجھنے سے

ذہن و شمع دارم طرف تابے
دلہ شدزاد اتریں، بھروس کبابے
بعزم کعبہ ام بے خورد خوابے
غنتیت دار می خواہم ثوابے
جینم سجدہ مشتاق جنابے
کزو ہر ذرہ گرد آفتابے

لغتیہ مسدس ایک اور بھی ہے قصیدے وہ ہیں دونوں غائب کی زمینوں میں ہیں
لغتیہ غزلیں ایک سو کے الگ بھگ ہیں۔ زبان و بیان اور اصلاحی خیالات کے حکما
سے یہ ساری چیزیں مولانا عالیٰ کے رنگ میں ہیں یعنی مبالغہ اور شکوہ الغاظ کو کلام پڑھنا
نہیں سمجھا گی۔ بلکہ سیدھے سادے لفظوں اور پُرانہ انداز میں محدث رسولؐ کا حق ادا کرنے
کی کوشش کی گئی ہے۔

لغت گوئی سے وہ پھری کا اظہار صرف مسلمانوں ہی نے نہیں غیر مسلم شعراء نے بھی
کیا ہے۔ یہ سلسلہ زناۃ قدیمہ ہے چلا آرہا ہے اور آج بھی کسی نہ کسی طور پر جاری ہے۔
چنانچہ پندرت ہری چند اختر، تلوک چند محروم، عرش سیانی، مہاراجکش پر بناد، امر چند
تیس، منور لکھنیوی اور جنگ نامہ آزاد و غیرہ کے بیان بعض بہت اچھی غفتیں مل جاتی ہیں
لیکن غیر مسلم شعراء میں لغت گوئی حیثیت سے سب سے متاز نام دلورام کو شری کا ہے۔
اب سے بہت پہلے منشی محمد الدین فوق مرhom نے بعض ہندو شعراء کا لغتیہ کلام
”اذاب تبلکہ“ کے نام سے شائع کیا تھا۔ پہنچ سال ہوتے محمد محفوظ الرحمن نے ہندو شعراء
اور دربار رسولؐ کے نام سے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ یہ کتاب انہیں تبلیغِ الاسلام نگرام منسٹر
لکھنؤ سے شائع ہوئی تھی اس کا ایک سخنہ انہیں ترقی اور دکاراچی کے کتب خانہ خاس
میں موجود ہے اور یہی نظر سے گذر اے۔ غیر مسلم لغت گو شعراء متعلق ایک اور

کتاب ببغوان "سندھ شرا کا نتیجہ کلام" عارف پبلیکنگ ہاؤس لاپور سے چھپی ہے۔ اسے
قالی مراد آبادی نے مرتبت کیا ہے۔ مشترق خواجہ صاحب بے سے کریں نے اس پر بھی نظر
ڈالی ہے۔ دوفون کتابوں میں نئے پرانے درجنوں غیر مسلم غیر مسلم نگت گو شرا کے نام آئے ہیں اور
ان کے مخفی حرثا لاتہ زندگی کے ساتھ منتخب اشخاص بھی درج کروئے گئے ہیں۔ لیکن مطالعہ
سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمان شترا کی طرح غیر مسلم شمرا کی نعمتوں کا بھی مشترق حصہ بیکری کی ہے۔
صرف دلوڑا کو شری ایک ایسے شاعر ہیں جنہیں تحقیقی مصنفوں میں نہت گو کہہ کتے ہیں۔
یہ۔ حری دلورام کو شری علیع الدین حصار کے نہنے والے تھے۔ فارسی اور ادوو کے ساتھ
اپھی انگریزی بھی جانتے تھے۔ نفت گوئی کو اخنوں نے اپنا محبوب مشغله بنایا تھا اور اسی
میں کھوئے رہتے تھے۔

بنا دل کو شری کیا مشغل اپنا

میں ہوں ہرم شاخون بیگ

کو شری نفت گوئی کو اپنی زندگی کا حامل سمجھتے تھے اور خود کو فخری اور دوکاری
بن شافت کہا کرتے تھے۔
لکھیں عمر میر کو شری ہم نے فتحیں
نے کچھ اور عنصمر زندگانی میں رکھا

ہے حسان پلا تو میں دوسرا ہوں

نہیں فرق اول دنالہ میں رکھا

ہی کے ہوتے نفت گو دو بڑا بیس

کرو دفون کو کھدیج خوانی میں رکھا

خدا نے اسے سونپی مغل عرب کی

لے بنیم ہندوستانی میں رکھا

چودھری دلورام کو شری نے نفت گوئی میں زبان و بیان کی بڑی ہزار مددیاں دکھائی
ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایک غیر معموق طبق نعمتیہ دیوان بھی مرتب کیا تھا اس کے لئے
کو شری کا تخلص مناسب نہ تھا اس لئے کہ اس میں حروف معموق طبق بھی شامل ہیں۔ نتیجہ
انھوں نے کو شری کے بجائے اپنے اہل نام دلورام کو بطور تخلص استعمال کیا۔ کو شری کے
نتیجہ کلام کی سب سے بڑی خصوصیت زبان کی سادگی اور جذباتی کی پاکیزگی ہے۔ ان کا کلام
ظاہر کرتا ہے کہ نفت گوئی ان کی ذہنی کاوش یا اعفون مختلط کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کے دل
کی آواز اور ان کی طبع شاعری کی مظہری جولان گاہ، حقیقی اسی لئے ہر جگہ ان کی سادگی ایک
طرح کی پرکاری لئے رہتی ہے۔

مولانا علی احمد خاں اسیر بداعی دستخطہ اعدام تا ۱۹۲۶ء) شاعر کی حیثیت سے زیادہ
شرت نہیں رکھتے۔ لیکن ان کی نعمتیہ شاعری قابل ذکر ہے۔ اسیر کا اصل دین بریلی تھا۔
اقامت دس کوئنست پر ایوں میں اختیار کی لیتھی۔ اسی لئے اپنے نام کے ساتھ بدایوں
لکھتے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں جو بیت اللہ کو گئے اور دہیں ابدی زندگی کے، محمد ایوب قادری
کا ایک تفصیلی مضمون ان کے حالات میں اپر ۱۹۲۶ء کے "علم" میں شائع ہو چکا ہے۔
اسیر بداعی سے متعدد مدحی بی و تاریخی کتابیں یاد کاریں۔ عاشقان رسول میں نے اور بہت
اچھی نتیجیں کئے تھے۔ ان کی ایک نعمتیہ مشنوی بذکر ولادت رسول بہت مقبول ہوئی ہے۔
چند اشعار اس مشنوی کے دیکھئے کیجئے سادہ و دلکش ہیں۔

آمنہ کے گھر آئے وہ پیائے خادم جن کے لانک سارے

چاند وہ نکلا آج زمیں پر نور ہے جس کا عرش بریں پر

شافعِ محشر حسبت نا لم فخر لانک ناز ششن آدم

ٹوڑ کا شعلہ عرض کا جلوہ حسن مدینہ غاذ و کعبہ

گل کا تسمم، خندہ پنج، مردم ویدہ پشمہ تاشا

رنگِ گلستان شمع شبستان

بلبل بیجنی طوطی کنفان
شان الہی آیہ رحمت
آج عرب کی قسمت جماں گی
کفر کی خلقت کوں بھاگی

آئے جہاں میں فخر دُ عالم
فرش زمیں بے عرش اعلم
ساقیں نلکن کے چھکے چھٹے
عوش جھکا سب تارے ٹوٹے

ضنوال طشت زمرد لایا
ورکے پانی سے نہلا یا
حوریں کرتا ٹپی لائیں
شوچ میں یوں منانے گائیں

امیر بدایونی کے یہ اشعار میں نے "شرارتے حجاز" سرتبہ امداد اصابری مطبوع غذکتہ
شہزادہ دہلی ۱۹۴۹ء سے لئے ہیں "شرارتے حجاز" میں اُردو کے ان شعراء کا ذکر کیا گیا ہے
جو حجاز میں مقیم ہیں یا جن کا حجاز میں استقالہ ہوا ہے۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شید
یہ لغت گو شرا کا تذکرہ ہے مگر لیکن ایسا نہیں ہے۔ یا اُردو کے عام شعراء کا تذکرہ ہے
اور اس میں بھی زیادہ تعداد یہے لوگوں کی ہے جو حقیقی صنیعوں میں شاعر نہ تھے بلکہ حجاز
شہزاد کا ذکر بھی اس میں مل جاتا ہے جو لغت گو کی حیثیت سے قابل توبہ ہیں۔

اکبر و ارشی میر بخشی کا نام ان کی تایف "میلاد اکبر" کی وجہ سے محتاج تعارف میں
ربا، لوگ سام طور پر ان کے نام سے واقع ہیں۔ بات یہ ہے کہ مولود شیدی کے بعد
میلاد شریف کی کتابوں میں ج قبول نام "میلاد اکبر" کو ضریب ہوا ہے کسی دوسری کتاب کو نہ
ٹلا۔ "میلاد اکبر" کی تقلید میں کئی کتابیں لکھی گئیں لیکن مولودی مدن" والی بات کسی میں پیدا
نہ ہو سکی۔

"میلاد اکبر" کی مستحبیت کا خاص سبب یہ ہے کہ اکبر میر بخشی نے اپنی کتاب میلاد
شریف کی عام محفلوں کے لئے لکھی ہے اور یہ کموجو کر لکھی ہے کہ ان کے محاطب خواص سے

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
وہ نہ کم تھی بیاس میں کو مکان سارا بھاگے

کہیں سُن بن کے بقول ہی کہیں زنگ بن کے دھچوں
کہیں ذر بن کے بروں میں وہ کمال اپنا دکھا گئے

تمنی ترا کو نین کی کشور میں نہیں ہے
بس حد ہے کہ سایہ بھی بڑیں نہیں ہے

زیادہ خواہ ہیں۔ اسی لئے اُنھوں نے تشدید نظمِ دنوں میں سلاست در دانی کاحد درجہ کیا
رکھا ہے۔ لیکن چونکہ ان کی طبیعتِ کوافت کے موضوع سے خاص مناسبت کے ساتھ ساختہ
زبانِ دبیان پر بھی خاصی قدرت ہے اس لئے ان کی سادگی بھی ایک طرح کی پُر کاری
لئے ہوتے ہے۔ یہی پُر کاری جو بھی نتیجہ ہوتی ہے حسن بیان کا اور کبھی حسن خیال کا،
دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ غرض کہ اکبر و ارشی میر بخشی میبعض دوسرے میلاد نگاروں
کی طرح مقص موزوں طبع نہیں ہیں بلکہ اُردو کے ایک خوش فکر اور خوش مذاق شاعر ہیں۔
ان کی خوش فکری اور خوش ذوقی کی اصل وجہ ان گاہ لغت کا موصوف ہے۔ اس موضع
سے انھیں گرا لگا ہے۔ ایسا لگاؤ جو انھیں شر کوئی پر مجور بھی کرتا ہے اور ان کے
کلام میں حسن و تاثیر کے رنگ بھی بھروسہ تھے۔

اکبر و ارشی میر بخشی صاحبِ دیوان شاعر ہیں اور لغت میں اُنھوں نے بہت کچھ کہا ہے
لیکن انہوں کو ان کا مجرم شہ کلام تھے ویکھنے کرنے مل سکا۔ "میلاد اکبر" میں العۃ جا بجا ان
کی لفظیہ غریبیں تھیں اور قصائد درج ہیں ان کی مدد سے کما جا سکتا ہے کہ اکبر و ارشی
رسی معنوں میں نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں لغت گو شاعر ہیں ان کی شاعری کی بنیاد تصنیع و تکلف
پر منسیں بلکہ جذبے کی سچائی اور اساس کی پاکیزگی پر ہے۔ مثال کے طور پر ان کی
لختی بخزوں کے چند اشعار ویکھنے کیے خوں صبورت اور پاکیزہ ہیں:-

ہو گیوں نہ خدائی کو گدائی کی تبا
کیا چیز ہے جان کے بھرے گھر میں نہیں ہے

تعلیم سے لیتا ہے خدا نام حسین
کیا نام ہے اے مسیل علیٰ نام حسین
اندر کرے اس پر حرام آشیں دوزخ
جن شفیع کے ہوں پر نکھانام حسین

اس فترم کی نعمتی غربیوں کے علاوہ اکبر وادیٰ کی دہ نظیں بھی قابلِ اوج ہیں جن کا تعلق
آنحضرت کی زندگی کے بعض اجزاء اور واقعات سے ہے ان ظیوں میں بھی انھوں نے اپنے
روگ تغزل کو برقرار رکھا ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ جو کچھ کہا ہے غزل ہی کی پیرانے
میں کہا ہے ان کی اس فترم کی ظیوں میں ایک کامیاب نعمت ہے ہبھجیں کا پسلا شرپ ہے۔
آمدِ صطفے سے ہے پھولا چھلا چمن چمن

آئی بمار ہر طرف کھلئے رکا چمن چمن

ینکم آنحضرت کی پیدائش کے موقع کے لئے بطور تہیت کی گئی ہے اور جنبات
مرست میں اس طرح ڈوبی ہوئی ہے کساری کا نات کی سرخوشی کا مرقع بن گئی ہے۔
دوسرا قابلِ ذکر نظم وہ ہے جس میں انھوں نے آسمان اور زمین کا سکالم نظم کیا ہے۔
تیسرا قابلِ مطالعہ نظم وہ ہے جس کا تعلق واقعہ معراج سے ہے۔ یہ نظم تسبید سے کے
روپ میں ہے اور خاصی طویل ہے۔ اس میں شاعر نے معراج کی رات کا حال بڑے
ہالہ انداز سے تصریح کیا ہے۔ وہ ان کا سلام ہے اور یہیں کا آغاز اس طور ہوتا ہے نہ

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک
یا صبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

غیرِ آدم غیرِ خدا غیرِ نوح و غیرِ بکری

غیرِ ابراہیم و موسیٰ غیرِ اسماعیل و عیسیٰ

یہ اردو کا مستول ترین سلام ہے۔ اس سے زیادہ نہ کوئی سلام آج تک پڑھا گی
نہ سن گی۔ پاک و پہنچ کا شاید ہی کوئی مسلمان ہو جس کے کافیں اس سے آشنا ہوں۔ درود
سلام کے عنوان سے اردو میں درجنہ تکمیل کی گئی ہیں۔ خدا اکبر اور ان کے سلام کی تقلید
میں سیکڑوں سلام منظر عام پر آئے ہیں لیکن سادگی و مخفی اثر اس اثر اور قبول عالم کے حوالہ
سے کوئی بھی اکبر کے کلام کو نہیں پہنچا۔

قابل سیلِ علم گرامی نے بھی اردو فارسی دونوں میں بہت اچھی نعتیں کی ہیں۔
لغت گوئی سے انھیں شروع سے بچپنی تھی اور بہت کم عمر میں انھوں نے کامیاب

عندلیبِ گلشن، فردوس، ستم حامد ا

درجِ خواہی نبی کا راست دل طربی جائے ہوں

اس شعر میں انھوں نے اپنا تخلص سیل کے بجائے حامد استعمال کیا ہے۔ اس
لئے کافیں کا نام ابو منظر حامد تھا۔ اس سے بھی پہلے کا داقعہ ہے کہ ان کے دلہ
کسی بات سے متفرک نہ ہے اور اپنے کمرے میں افسرده بیٹھے ہتھے۔ برجتہ ان کی زبان پر
یہ مصروف آیا ہے

ترجم علیٰ حالیا یا اللہ

قابل سیل پاس بیٹھے ہتھے۔ مصروف عن گرفور اور دوسرا مصروف لگایا ہے

طفیل جناب سالت پاہی

ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیل کو لفت اور لغت کے مدون عرضے طبی بچپنی

گرے تار شعاع لاکھ اپنی سی امکانی
 د فوت انہیں ہے مجھ کا چاک گریاں
 وہی کمیں گے جو اتفاق ہیں اسرارِ محبت کے
 کیکاں جان گل ہے ذوقِ مدل د رو بھرائی
 اور بزرے کا جاگ اٹھنا خاک خوابِ نشیں سے
 اور باد بھرے زلفِ سُبْل کی پریشانی
 صبا کے گلگانے سے اور گیلوں کا ہنس دیا۔
 اور شرم سے پھر لوں کی عرق آکو دمپٹانی
 بجا ہے مجھ دم گرچشم زرگ ہے خدا آکو
 پھن میں راست بھر کی ہے زرگل کی نگرانی
 رگ گل سے بچا رکھا ہے ہر زد ام نفارة
 عمر شہے گرے مرغِ نگر سی پرانشانی
 ان اشعار میں قدرتی مناظر کی تصویریں خوبصورتی سے کھینچی گئی ہے وہ خارکی
 قضاۓ کے سوا اردو میر بست کم نظر آتی ہے۔ ایسی دلادیز تصویریں اقبال سیل کے
 نعمتی قصیدوں میں اکثر ملتی ہیں لیکن ان کے قضاۓ میں سب سے مشور اور مهر کارا قصیدہ
 وہ ہے جس کا مطلع ہے ۔

احمد مرسل فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 مطہر اول مرسل خاتم صلی اللہ علیہ وسلم
 عبد حاضر کے لکھنؤی شرا میر، زائرِ حرم محمد صدیقی لکھنؤی اور بہزاد لکھنؤی نے
 نعمت گوئی میں خاص شہرت حاصل کی۔ دونوں زیارت گریں سے پہلے بھی حتی رسول سے
 سرشار تھے۔ لیکن زیارت کے بعد تو عشقِ رسول میں ان کا کچھ اور ہی عالم ہو گیا جو یہ طور پر

سمجھی اور اسی لئے وہ جو کچھ کہتے تھے اس میں آور دے زیادہ آمد کا زنگ غالب ہے
 محتا۔ ان کے بعض نعمتی قضاۓ میں ہیں جو خیال آفرینی اور بیان کی شیرینی کے لحاظ
 سے فارسی قصیدہ بھگاروں کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ ان قضاۓ میں اگرچہ بماری اور
 غاشقاۓ تشبیہ شامل ہیں لیکن ایسی شاشتگی اور تدبیہ میں ممتاز کے ساتھ کاغذ کے
 پارپا میں کمیں بھی صوئے ادب کا سوال پیدا نہیں ہونے پایا۔ ایک نعمتی قصیدہ کے
 چند اہم اشعار دیکھئے کیے خوبصورت اور پاکیزہ ہیں سے
 مرثیتِ حسن تعاویل، مزارِ عشق، غور

وہ اتفاقات سے ہم الجا سے ہیں مخدوٰ
 کسی کے فیضِ تصور سے ہو گیا بے خود

مرا خرابہ دلِ گنجِ حسن سے محروم
 عجیب اچیز ہے سوزِ عنیمِ محبت بھی

ہر آبلے میں ہے تاثیرِ مرسم کا فوز
 مشرابِ حسن کا نشہ ہے بے قرارِ عشق

سنالِ عشق کا ثغر ہے زخم کا انگور
 وہ زخم جس سے شانگنہ سبادکون دنگان

وہ سوزِ جس سے چانفان بوا دعالم لوز
 ان نعمتی قصیدوں میں اقبال سیل نے آنحضرت کی سیرت و صورت اور راقعات

حالات کو بعض جگہ بڑی تفصیل سے جگہ دی ہے لیکن یہ تفصیل درکمی چیزی یا بے جان
 نہیں ہے۔ انھوں نے تنظیر کشی اور واقعہ بنگاری میں، ایسے کمالاتِ شاعرانہ کا منظا ہے۔
 کیا ہے کہ مناظرِ فطرت اور واقعات، صلی کار زنگ ہی کچھ اور ہو جاتا ہے۔ مثال کے
 طور پر ایک قصیدہ کے چند منظیری اشعار دیکھئے ۔

اپنے مجموعہ کلام "گلگانگ ہرم" مطبوعہ کتبیہ جامعہ دہلی کے دیباچے میں لکھتے ہیں کتاب
نبھے سوائے ذکرِ عبیب اور کوئی صفت شاعری محبوب نہیں۔ میں اس رنگ میں ایسا کھو
ہوں کہ یادِ مذینہ و رسولِ اکرمؐ کے ملاادہ کوئی اور تذکرہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ویاہ بیب
کا القصور، دہان کے مناظر اور دہی لیل و نمار اور اشغال واڑ کارول دو ماخیں اس
طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ سوچتا ہوں تو وہیں کی ہاتھیں اور دیکھتا ہوں تو وہیں کے
منظراً مستا ہوں تو وہیں لفٹے اور خیال آتا ہے تو اسی فضائے پاک کا اس سے اک فرا
اشارة اور ایک سلوی سی تحریک تجھ کرو اسی مالم میں پہچادیتی ہے جو میرا منتکے نقطہ نظر
ہے اور دہی کی خفینیں اشعار کا جامد پن کر میرے دلی جذبات کی ترجیحی کرتی ہیں۔

غرضکرد یار بیت کعبۃ الاشد کے بعد غزل گوئی ترک کر کے حمید صدیقی نے اپنی
ساری توجہ لفٹ گوئی پر صرف کی ہے تاہم ان کی نئیں غزل کے دھیمہ اور شکفت بھے
سے الگ نہیں ہونے پا تھیں۔ آنحضرتؐ کی محبوبیت اور اس سے اپنی عقیدت کا اطمینان
انہوں نے ایسے انداز میں کہا ہے کہ ان کی نئیں عاشقاں غزلیں بن گئی ہیں پھر یہ بھی نہیں انہوں نے
مقامِ محروم کو نہ پہچانا ہو یا اس کی حدود سے کہیں تجاوز کیا ہو۔ ایسا نہیں ہے انہوں کوچھ کہا ہے
رسالہ کا منصب کے میں مطابق کہا ہے واقعی ہے کہ فتا میں اثر آفرینی کا عنصر و فائدہ انہوں کے
شماں داد صاف کے بیان سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے حضور پُر فروضی اللہ علیہ وسلم کی ذات
سمات سے والہانہ محبت کا ثبوت بھی دیا ڈالتا ہے۔ تیر صدیقی لکھنؤی کی فضیلہ شاعری میں اس
محبت کا ثبوت قدم قدم پڑتا ہے۔ ماف پتہ چلتا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ یہ یہ یہ
نہیں کہ رہے ہیں کی مجبوری سے کہ رہے ہیں۔ سوچ کچھ کہہ کر ہیں کی مدد سے نہیں،
برحستہ اور بے ساختہ کہ رہے ہیں۔ تیجھے ان کے سیاں آمد ہی آمد ہے، اور دکا دُور
دُور تک پتہ نہیں ہے۔ کلام ہیں گہرائی زیادہ نہ سی میکن گیرائی و شکفتگی دبی ہے جس
کے ذریعے مجرم را بادی کی غریلی پہچان جاتی ہے۔ لطف یہ ہے کہ حمید صدیقی کی نعتی

غزلیں بھی زیادہ تر جگر مراد آبادی کی زمینوں میں ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اچھی مطہری
کے سیاں مستقل رہنے کے سبب حضرت جگر مراد آبادی کی صحبت و شاعری سے اخراج نہ
بنت گرا اثرِ تبلیغ کیا ہے۔ چنانچہ ان کی نعمت گوئی بمحاذہ باں و بیان اور سرورِ وستی
مگر کے ننگ تفہیل سے بست تریپ ہو گئی ہے۔

حمد صدیقی کا مطبوعہ کلام کتبیہ جامعہ دہلی سے ۱۳۶۵ء میں "گلگانگ ہرم"
کے نام سے دری یا بار طبع ہو کر قبول عام حاصل کر چکا ہے اور نام طور پر دستیاب ہے جتنی
لکھنؤی کا انتقال چند سال پہلے لکھنؤی میں ہوا ہے۔

بزرگ لکھنؤی کا فتنیہِ رنگ، یعنی وستی کے لحاظ سے حمید لکھنؤی کے رنگ سکن
سے بنت، مل جاتا ہے جگر کی غزل کا والہانہ پن اور مستانہ لب والجہ بزرگ لکھنؤی کی نعمت
یں بھی صاف نظر آتا ہے۔ چھوٹی بھروسی میں بزرگ کا انداز لفٹ گئی کچھ اور کھر جاتا
ہے۔ ان کے پڑھنے کا بھی ایک خاص دھب ہے۔ نعمت پڑھنے وقت وہ خود بھی
یعنی وسرور میں ڈوب جاتے ہیں اور وہ سروں پر بھی وہی کیفیت طاری کر دیتے ہیں
ان کا فتنیہ مجبوڑہ کلام "نعمتہ روح" کے نام سے کراچی سے شائع ہو چکا ہے اور دستیاب
ہے۔

پاکستان کے موجودہ شعراء میں حفظ جاندھری، مولا نام قیادہ القادری بداؤی
مولانا مسرا نقادری۔ محشر رسول نگری، عبدالعزیز خالد، حافظ لہ صیانوی، علم حجتی
عبدالکریم شمر اور حفظتائب کے نام نعمت گوئی کا ذکر کرتے ہیں خود بزرگ ذہن میں اچھا
آتے ہیں۔ حفظ جاندھری اردو کے ممتاز ترین شاعرین میں سے ہیں۔ نعمت کے
مصور سے متعلق ان کا سب سے اہم شعری کارنامہ "شاہ نامہ اسلام" ہے۔ شاہناہ
اسلام کے مصور پر اردو کے بعض دوسرے شعراء نے بھی لبلور خاص توجہ دی ہے۔
چنانچہ جنگ نامہ اسلام کے نام سے معروف دفتر معرفت شاعریوں کی متعدد مطبوعہ دفتر

مطبوعہ تالیف گاری موجود ہیں اور اس میں رشید شہین کو ان میں سے بعض شعری محاسن بھی رکھتی ہیں۔ میرے قدیم و طبع فتح پور ہوہ میں ایک قادر الکلام شاعر محمد ابراهیم ہندی ساختے۔ اور فارسی دنوں میں شعر کچھ تھے اور فکر دفن کے پورے لوازم کے ساتھ تھے ساختے۔ مرحوم نے تاریخ اسلام کو شاہناہ مہندی کے نام سے نظم کیا تھا۔ میں نے ان کے پڑھتے ہوئے بھی باہم اتنا ہے ادا ان کے شاہناہ کا مضمود بھی دیکھا ہے۔ کمالات شعری کا ہست اچھا نمونہ ہے لیکن، انہوں کو طباعت کی فرماتے نہ آئی۔ معلوم نہیں کہ اُس کا مسوہ ان کے عزمیوں کے پاس محفوظ ہے یا اضافہ ہو گیا۔ تاریخ اسلام ہری کے صوفیہ پر ایک قابل ذکر سلسلہ تائیف "جگ شاہناہ اسلام" مقتولین منتظر کی ہے۔ یہ مطبوعہ ہے پاکستان کے مختلف جلوتوں میں یک گونہ معتبر بھی ہوتی ہے۔ چند مثال ہوئے، میدینی علی جعفری کی تصنیف تاریخ اسلام مقتولین بھی منتظر عام پر آئی ہے۔ اس کی دو جلدیں میری نظر سے گذری ہیں، پہلی عمر در سالت سے متعلق ہے دوسرا ہجد غلافت سے۔ اس طرح کی اور بھی کتابیں ہوں گی جن کا مجھے علم نہیں۔ ان ساری کتابوں سے اُن کے مصنفین کی قدامت، شاعرانہ کا اندازہ ہوتا ہے اور اس سے انکار نہیں کو تعین نہیں۔ بابان و بیان کے حوالہ سے بڑے پاکیزہ ہیں لیکن جو حیثیت بھی مکروہ کی جو رعنایاں حینہ جاندھری کے شاہناہ اسلام میں نظر آتی ہیں وہ دوسروں کے یہاں کم ہیں۔ بھی وجہ سے کو جقول عام حینہ کی نظم کو نفیہ، ہوا وہ کسی اور کو میری نہ کیا۔

"شاہناہ اسلام کی پہلی جلد ۱۹۲۹ء میں پہلی بارچھی تھی، اس میں اختفت کی پیدائش سے قبل کی آیات اسلامی سے لے کر بحربہ بھی تک کے علاالت میں دوسری جلد اول اول ۱۹۳۳ء میں شائع ہوئی۔ یہ معمر کہ احمد کی تیاریوں تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ قسمی جلد معمر کہ احمد کے واقعات سے لے کر اُس کے اثرات و نتائج کی تفصیل پختہ ہوتی ہے۔ یہ جلد پہلی دفعہ غالباً ۱۹۳۹ء میں شائع ہوئی تھی اس کا

جو تھا اپیشن القرآن لیڈر کشمیری بازار لاہور سے ۱۹۲۶ء میں بکھلا تھا۔ شاہناہ کے چوتھی جلد شہزادے احمد کے حالات سے لے کر جگ احزاب کے خلائق تک کے واقعات پر صحیطہ ہے۔ یہ پہلی یار ۱۹۲۶ء میں القرآن لیڈر لاہور سے چھپی ہے۔ شہزادہ کی پہلی تین جلدیوں میں سرشنیخ عبدالقدوس کے جامع مقدمات بھی شامل ہیں۔ آخری جلد میں صرف مصنفوں کا دبیا چھپے۔

ابترا اُحیظۃ کے شاہناہ اسلام پر عجیب طبیعی اعتراضات اٹھائے گئے۔ کسی نے طرزِ تکارکع

اسلام کو شاہنی سے تعلق کیا ہے

کسی نے کما حقیقت نے فردوسی کو منہ چڑایا ہے، کسی نے کہاں کی جلد اول میں مذہبی بادشاہوں کا حال درج ہے۔ اسکے جل کر دینا وی ری بادشاہوں کے تذکرے ہوتے نیکن، سرشنیخ عبدالقدوس نے ان سب کے جواب میں بہت صحیح لکھا ہے کہ "پیغمبر اُسا شاہِ دیں بھی سمجھتے اور شاہِ دینا بھی اور دیں حال ملخاۓ راشدین کا تھا۔ پس انہیں شاہ کہنا اور ان کے حالات کا نام شاہناہ رکھنا غیر ممکن نہیں ہے، رہ گیا فردوسی سے ہوتا ہے، کیا فردوسی مرحوم نے ایمان کو نہ نہ

خدا تو فیق وے تو میں کروں ایمان کو نہ نہ

تعاب کا کروں دنونی یطاقت، کمال میری

تجھیل سیرنا نقش نا نکش بے زبان میری

زبان پیلوی کی ہم زبانی ہو نہیں سکتی

ابھی اردو میں پڑاہ روانی ہوئی کتنے
کہاں ہے ابادہ دوڑ غزوی کی فارغ الیالی

فندی سے بارگی ہے یہی اہم تھا
و اتفعہ میں ہے کہ حیفظ نے تاریخ "سلام کوہر"، دائمیت اور جو تم محبت کے ساتھ
نظم کیا ہے اردو میں کسی اور کے میان، اس کی مثال نہیں ملتی اُنھوں نے اردو کو "شاہنامہ"
کے نام سے ایک ایسی طولی اور پاکیزہ نظم دیدی ہے جس سے اردو کا دامن اب تک حال
تھا۔ بھرپور حسن میں بصیرت غزوی یا ایک طولی ذہبی نظم ہے جو اپنے اندر جایا غیر معمولی
شاعر از محاسن رکھتی ہے اور عام دخاں دوفیں میر مقبول ہے: "شاہنامہ اسلام" کا ایک
نایاں صفت یہ ہے کہ حیفظ نے اس کے سارے اجزا کو بڑی امنگوں اور بڑے دلوں
کے ساتھ حدد جہ صاف سفری زبان اور دلاؤیز لب ولجم میں نظم کرنے کی کوشش کی ہے۔
تمہارے اس کے بہت سے ٹکڑے نہایت خوبصورت اور پُرزہ در پُرا شاعری کا نمونہ بن
گئے ہیں دوسرا خاص بات یہ ہے کہ حیفظ نے اصل و اتفاقات سے تجاوز نہیں کیا بلکہ زندگی
وہ رہایت صحیح کے حدود میں رہے ہیں ان کے شاہنامہ اسلام کے ماشیانی نوٹ بتاتے
ہیں کہ اُنھوں نے جو کچھ کہا ہے زیادہ تر قرآن و حدیث ہی کو رہنا بنائی کہا ہے۔ حیفظ
کو ایسا ہے کہ اُنھوں نے اصل و اتفاقات کو منس کئے بغیر ان میں شاعری کا جاودہ جگایا ہے۔
جیسا کہ اور پر عرض کیا جا چکا ہے کہ شاہنامہ اسلام - حقائق کا منظر پڑنے کے
با صفت شعری محاسن سے خالی نہیں ہے۔ اس میں جا بجا بست خوبصورت ٹکڑے مل جاتے
ہیں اور حیفظ کو ایک۔ ایسا بلند پایہ شاعر تابت کر سکتے ہیں جیسے سدم و سزم کی تصویر کیشی
اور مناظر و جذبات کی مصوروی دونوں پر بیکاں قدرت حاصل ہے اس سلسلے میں پہلی
بلد کے بہ اشارہ خاص طور پر قابل توجہ ہیں جن میں حیفظ نے آنحضرت کے دین یا ایں
تشریعت لانے سے چند ساعت قبل کا منظر پیش کیا ہے چند شودہ کیجئے ہے

یکر کی جستو میں مہر عالم تاب پھر تاختا

ازل کے روزے بیتاب تھا بے خواب پھر تاختا

یکس کی آمنہ میں چاندنے سختی سی برسوں

زمیں پر چاندنی بر بادو آوارہ رہی برسوں

یکس کے شوق میں پھر اگئیں آنکھیں ستاروں کی

زمیں کو سکتے کے اگئیں آنکھیں ستاروں کی

کروڑوں رنگیں کس کے لئے ایام نے بدیں

پیاپے کر دیں کس دھن ہیں صبح دشام نے بدیں

یکس کے داسٹے مٹی نے یکھاں گل فشاں ہونا

گوارا کر لیا پھولوں نے پال جسزاداں ہنا

یہ بکچہ ہو رہا تھا ایک ہی اُمید کی خاطر

یہ باری کاہمیں تھیں ایک صبح عیکی خاطر

ان اشارے کے بعد آنحضرت کی بخشش کے سلسلے میں ابنا عالم السلام کی دیاؤں اور

آسمانی میں اشارت بنوی کا نہیت خوبصورت ذکر ہے۔ بعد ازاں حضور کی ولادت

کا بیان ہے اور اس کا آخری حصہ سلام کے مخواں سے وہ ملکہ ہے جس کا پسلا شرف ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال اے محب پنجانی

سلام اے فخر مورجنوں اے فخر فخر اتنی

ولادت اور سلام سے متلئ سارے اشعار جذب دتا شیر میں ڈوبے ہوئے ہیں اور

مقبول نام و خاص ہیں۔

دوسری جلد میں آنحضرت کی سیرت و صورت کا بیان متعدد عنوانوں کے تحت

آیا ہے اُسہ رسول اور اخلاقی بنی کا تذکرہ مختلف اتفاقات کے تعلق سے جگہ جگہ آیا

ہے لیکن میرگاہ بدر کے سلسلے میں حضور اکرم کی شب، بدیاری لشکرِ اسلام کے درود کے وقت صحرائی دعا، جو حشہ کار زاد میں آنحضرتؐ کی شرکت، اسی ران جنگ کے بازی میں آنحضرتؐ کا ارشاد، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی خدمت، ان کا نبیز، مسجد بنوی میں مجلسِ شوریٰ اور آنحضرتؐ کا خلیفہ اور رحمت اللہ علیہن، بابِ جاد میں دعیہ ایسے عنوانات ہیں جن کے شاعرانہ بیان میں حفظِ حدودِ حجہ کامیاب ہوتے ہیں۔ حضرت وحیؓ دعا کے چند اشارے دیکھئے۔ پس منظر یہ ہے کہ بدر کے میدان میں آنحضرتؐ کے ساختِ اسلامی لشکرِ اکر کھڑا ہوا ہے اور حمراء پتی بے بعثتی پر شرمسار ہو رہا ہے

یقشہ لب جماعت جب بیان پر زکر گئی اُکر
دعا کی دامن چڑھنے دنوں ہاتھ پھیل لکر
خبر کیا تھی الی ایک دن ایسا بھی آئے گا!

کہ تیراسانی کو شریاں تشریف لائے گا
اگر بات پہلے سے مجھے معلوم ہو جاتی

مرے دل کی کدوڑت خود بخود معدوم ہو جائی
خیرکی بحق بیان تیرے نازی اُکے شہریں گے
شیدِ الام فرمائیں گے غازی اُکے مٹھے ہی گے

خبر کیا تھی ملے گی یہ سعادت میرے دامن کو
بنا یا جائے گا فرشِ عبادت میرے دامن کو

خبر جو تی تو میں ششم کے قدر سکھ کر رکھتا
چھپا کر ایک گوشے میں مصنعاً حضن بھر رکھتا
وہ بیان ان مقدس میمانوں کو پلا دیتا:

یہ اپنی نقشیں دید اور حضرتؐ سے بجا لیتا

مرے سر پر سے گزر انور کے طوفان کا پانی
ماں پت ہے کہ مجھ سے جو گئی اُس وقت نادی
اگر کرتا میں اس پانی کی تھوڑی سی نگہ داری
تو پربا اکمری اُنکھوں سے حپشوں کی طرح جاری
یہ ستراؤٹ د گھوڑے یا ایسا ہر جا سے
چاہد بھی دھونکرے نہ اتنے غسل فرماتے
حضرتِ ساقی کو شرمنی کچھ لارج ہے جاتی
مری خوشت مری شرم عقیدت آج و جاتی
ترے مجبوب کے پیارے قدم اڑنا کی پڑتے
اللہی حکم دے سرخ کواب آتش نہ برسائے
اگر بیرونِ دامن سے ہوائے گرم آئے گی
تو مجھ کو رحمتِ العالیم سے شرم آئے گی
جلیلِ اشان مہمانوں کا صدقہ صریانی کر
عطا بہر دسوان کے لئے تھوڑا سا پانی کر
برائے چند ساعت اپنے باراں بھیج دے یا رب
بسا راں بھیج دے یا رب بہاراں بھیج دے یا رب
صحرائی دناتبار، جو تھے اتفاقاً بادل گھر کر آتا ہے اور دامنِ شرما کو سیراب کر دیتا ہے
شاعرانہ بیان بہاری اور سفری کمالات کے لیے ہی فروٹے جلدیوں اور جلدیوں ہی اکثر
جگہ میں جاتے ہیں۔ ہر چند اچاروں جلدیوں کے ابیشور و اقوام ایسے ہیں میں میں آنحضرتؐ کی
زندگی، سرت، احتساب احوال، اعمال، اوضاع، احتمالات ہی زیر بحث آتے ہیں اور اس
کمالات سے وہ بآفسہ نہایہ کا جزوں جملے ہیں لیکن حفظتے ہر تبلیغیں، اوقاعات

اگر ہو کر براہ راست، آنحضرتؐ کی درج میں بھی اشغار کے میں اور خود کو ایک
بندپارے نعمت نگار ثابت کیا ہے، ہم نے ان کے نعمتیہ کلام کے بعض اجزاء منتخبات کے
حصے میں درج کر دیئے ہیں۔

مولانا محمد یعقوب حسین صاحب ضیاء القادری بدایوی کا شمار پاک و ہند کے ان
مشائیر شرعاً اور فتنت لکھنے والوں میں ہوتا ہے جس کا رنگ مخصوص ہے۔ ان کی نعمتوں کا ایک
ایک شعر عزالت و تقویٰ سرکاریہ ابراہ کا آئینہ دار اور علوف و عقیدت میں ڈوبتا ہوا ہے، ان
کا انتقال چند بی برس ہوتے کرچی میں ہے۔ ان کی ساری نعمتوں میں شور وے دفات تک
فتنت و منائب میں گذری، اسی لئے انھیں لسان الحسان کہا جاتا تھا۔ مولانا کا دیواری ان
”تجلیات فتنت“ کے نام سے حرم ۱۳۶۹ھ میں وفتر سالہ آستانہ دہلی نے شائع کیا اور ان
سلاموں کا مجموعہ جزاً میں گنبد خضرانے یا خود مولانے و ربارضوریہ الرسلین صل اللہ
علیہ وسلم میں پیش کے، ”فَمَرِّهَا مَبَارِكَ“ کے تاریخی نام سے صفر ۱۳۶۹ھ میں کرچی
شائع ہوا۔ مولانا کا مخطوط سفر نامہ جماز بھی تازل گلی بخش ایمان ہے۔

ماہر الفقاد و وکردوں سے شفعت اپنے گھر سے درپی میں بھی ملا ہے۔ اور محنت و
مطالعہ سے بھی انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ شاعری میں انھیں کئی تلمذ نہیں ہے
اُنہوں نے اپنی شاعریہ اور ادبی حیثیت خود آپ بنائی ہے۔ بایس ہمدردیں سے گھرت
لگاؤ اور طبیعت کی بیجانی کے سبب آخسر انہوں نے اقبال کا خاصاً اثر قبول کیا ہے
ان کی کئی ایسی مل نعمتوں میں جن میں وہی جمازی نے کام کر رہی ہے جو اقبال کا طریقہ انتیہ
ہے مثلاً ان کی وہ غزل نما نظم جس کا مطلع ہے ۵۰

وہی عقل کی پرستش وہی حوصلہ ای خاصی
ز دہ جڑات کیبیں ز دہ فوری ہم کلامی
یا مولانا کی وہ غزل جس کا پہلا شعر ہے ۵۰

اب جوش اضطراب کے سماں نہیں ہے
ساحل کو ہے گلکہ کوہ طوفان نہیں رہے

دو فون عربیں پُر کوڑ ہیں اور طاقت کے جذبہ عinoxوی میں ڈوبی ہیں اور علامہ
اقبال کے زنگ میں ہیں۔

ماہر الفقاد سے بھی رسمی امناٹ کی نعمتیہ زیادہ نہیں کیں لیکن ان کی نعمتوں
اور عزیز نعمتوں کے بعض اشعار کا رخ دین۔ کے تو سطح سے اکثر نعمت ہی کے مومنوں کی طرف
ہوتا ہے۔ ویسے نعمتوں میں ان کی ایک نظم جسے غزل طور کرنا چاہا ہے ”قرآن کی فریاد کے
عذیزان سے بہت مقبول ہوئی ہے۔ قرآن پاک آنحضرت کا مugenہ بھی ہے اور خانہ ملک
کی طرف سے صحیفہ فتنت بھی۔ اس اعتبار سے قرآن کی تعریف یا اس کی عظمت کا اظہار
حقیقتہ اُس ذات، گرامی سے اپنی محبت و عقیدت کا با واسطہ اظہار ہے جس پر قرآن پاک
نماز ہوا ہے۔ ”قرآن کی فریاد“ میں شاعر نے بات تو سرت اس قدر کہی ہے کہ ”کتاب
میں ہو تو قوم کی بدایت وہ سماں کے لئے آئی تھی وہ بدشتمی سے آج سرف طاقوں اور
جز و افزون کی زینت بے لیکن یہ بات ایسی تربیت ایسی درمندی اور ایسے پُر ورد پُر زند
لے جسے میں کئی گئی ہے کہ وہ نعمتیہ شاعری کا ایک دلکش جزو ہو گئی ہے۔

یوں تو نعمت کے مرضیوں پر ماہر الفقاد ری نے بہت کچھ کہا ہے اور ان کی کتاب
”ذکر حیل“ میں کئی اچھی نعمتیں شامل ہیں۔ لیکن زیادہ قرآن کے وہی نعمتیہ اشعار ہیں اپنی
طرف کھینچتے ہیں جن میں خیالات کا اظہار غزل کے پرائے میں کیا گیا ہے ان کی ایک
نعمتیہ غزل کے چڑا شعار دیکھئے ہے

کیا دینے سے بھی پیغام کوئی لائی ہے
یا نیم سحری بیس ہی پل آئی ہے
و افسر یہ ہے کہ یا تو رخ جاناس کے بغیر

ذندگی کیا ہے مسلسل شب تناہی ہے

آپ سے پلے نوشبو حقیقی در عالمِ حقیقی

آپ تھے ہیں تو دنیا بیوی بیار آئی ہے

یہ اشعار ہر چند کاظمین کی درج میں ہیں لیکن ان میں عام مدح و مدعاہد کی فہملی
متاعی اور زبان دبیان کا بے جا جوش و خروش نہیں ہے نہایت زم و لطیف سادہ و
شیری اور متغیر لاذب ہے میں جذبات محبت، کاظمار کردہ یا گیا ہے۔ یہ بچہ پر خروش اور
تندر تیر نہیں بلکہ غزل کی طرح دھیما اور دیک ہے۔ اسی لئے دل پرازش کے بغیر نہیں رہتا
نیک نعمت گئی ہیں ماہر کو جو شہرت حاصل ہے اس میں ان کی اس قسم کی فقیری غزلوں کا لاتا
ہاتھ نہیں ہے بتا اس فقیری نظم کا ہے جو ہمارے آج سے برسوں پہلے حدیث قدسی کے
نام سے کہی تھی۔ یہ نظم بجا طامون شروع آنحضرت کی دلالت باسعادت سے تعلق رکھتی ہے
اوہ بطورِ سلام کی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نظم امداد کی فقیری شاعری میں ایک ثمی اضافہ
ہے اس قسم کی خوبصورت اور ساری فقیری تطبیقیں اور دیں زیادہ نہیں ہیں۔

محشر رسول نگری سے بھو رفت، گولی کی طرف بطریقہ نہ اس توجہ دی سے ان کی فقیری
غزلیں رسائل و اخبارات میں جھپٹی رہی ہیں اور پڑپویاں سے بھی نشر ہوتی ہیں۔
فقیری غزلوں سے قلع نظر امکنون نے مدرس کی صورت، میں ایک ایسی طبیل فقیری نظم دو
کو دیدی ہے کاروں نہست، گولی کی تائرنگی میں ان کا نام بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔
محشر رسول نگری کی یہ طبیل نظم دو جلدیں ہیں تاخیر کرنے کے نام سے شائع ہو کر

قبول عام حاصل کر چکی ہے۔ پہلی جلد ۱۹۶۷ء میں اور دوسری ۱۹۶۸ء میں پہلی بار
شائع ہوئی تھی۔ اس طبیل نظم میں محشر رسول نگری نے آنحضرت کی حیات طیبہ کو
مردوں ریاست کیا ہے۔ پہلی بار میں عضو اکرم مسلمی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور ایمان
ذندگی سے لے کر مقامِ نبوت اور تبلیغِ اسلام تک کے ابتدائی مرحلوں کا ذکر ہے۔ دوسری

جلدِ حضورؐ کی ذندگی کے باقی سارے اہم مسلسلوں کو اپنے دام میں لیتے ہوئے ہے اور
حقیقی خبر کے واقعات اور ان کے تکمیل و اثرات پر ختم ہو جاتی ہے۔

محشر رسول نگری کا طبیل مدرس تاخیر کرنے کے باعث میں اسی ذندگی اور بیت
ہے جسرا ہیں اسلام کی پوری ساخت تعلم کرنے کے باعث میں اسی ذندگی اور بیت
کردار و نظم کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ حضورؐ کی ذندگی اور ذندگی کے سارے واقعات کی
جزئیات و تفصیلات میں ہر جگہ قرآن اور احادیث صاحب کو رہنمایا گیا ہے ہر چند کہ
اس نظم میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے پورے جو شریعتیں اور تخلیقیں کاری کے ساتھ بیان کیا
گیا ہے میکن کیسی کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی جو اصل واقعات کے منافی ہو یا جس کی
بنا پر موڑخانہ لفظ نظر سے حرفاں گیری کی جاسکے۔ خوبی یہ ہے کہ شاعر نے سارے واقعات
کو عدد و درجہ ساری دسخواں اور دوائی و حسن کامی کے ساتھ نظم کیا ہے۔ واقعات کی
تفصیلات میں بعض بڑے مشکل اور نازک مقامات آئے ہیں اور ان مقامات سے
کامیاب گور جانا آسان نہ کھانا لیکن محشر رسول نگری سارے مشکل مرحلوں کے آسان
گزندگے ہیں اور اس کامیابی کے ساتھ گوان کی قادر الکلامی پر محیرت ہوتی ہے۔
وجہ صرف یہ کہ احسان اپنے صفتیں کی سلسلت دڑاکت کا ہر جگہ شدید احسان رہا ہے اور
اسخون نے جو کچھ کہا ہے جب رسول کی سرستی کے باوصفت پوری احتیاط و ذمہ داری
کے ساتھ کیا ہے خود کہتا ہیں۔

نظریوں سے چومنا ہوں درینے کے بام در
کرتا ہوں پھر شاۓ شستہ و بحد و بر
دشوار ہے یہ مرشد نعمت کس قدر
میں چل رہا ہوں تین بہنے کی دھار پر
مرست ہوں اگرچہ فرع غاشاہ سے

زکھتا ہوں ایک ایک قدم احتیاط سے
دوسرا حاضر کے شواہی عبدالعزیز خالد شفت گوئی حیثیت سے ایک متاز سوتا
رکھتے ہیں۔ وہ اُردو کے ان عالم شاعروں میں سے ہیں جن کے دم سے اسلام کے تحریر
علمی اور طلاقتی اسلامی کی یاد نازد ہے۔ وہ مشرق و مغرب کی زبانوں کے عالم اور
علوم جدید کے فاضل ہیں۔ انہوں نے اسلام اور تاریخ اسلام کا بھی گرامظا لکھ رکھے
یہ مطالعہ چونکہ خاص شفت اور فلسفی کے ساتھ کیا گیا ہے اس لئے نظری بحثوں نکل
محدود نہیں ہے بلکہ ان کی زندگی و تحریر کا جزو ہیں گیا ہے۔ ایسا جزو جو اسلامی
اقدار کا ترجمان و تفہیب ہے کران کے نکرو فن میں، الفرا دیت پیدا کر دیتا ہے، یعنی
جزوی طور پر ان کے سارے کلام میں نظر آتی ہے لیکن اس کا کلی اور بھروسہ اپنے انتہاء
کی دو نقیۃ تھانیف "فارقلیط" اور "محضنا" میں ہوا ہے۔

"فارقلیط" کیا ہے اور اس کے کیا معنی ہے، اس کی دنیا حت خود شاغر نہ
اس طور پر کردی ہے

نام ختم رسول انجیل میں ہے "فارقلیط"

یوں سمجھ لیجیے کہ اس کتاب کا عنوان ہی "امتحن" کا اسم گرامی ہے اور معاف فہم
کرتا ہے کہ اس کا تعلق براور است شفت کے موضع سے ہے۔

فارقلیط در اصل ایک شیلم و طویل نقیۃ تھیدہ ہے جو اور دشاعری کی
تاریخ میں اپنی منفرد تیثیت رکھتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ عبدالعزیز خالد کی دوسری تھانیف کی طرح "فارقلیط" کے مطالعہ کے
وقت بھی غیر مانوس تشبیهات، واستعارات، اجنبی تراکیب و تیحیات اور عربی کے شتم
و نفرات ایک عام قاری کی راہ میں حالت ہستے ہیں لیکن بھر کی روایت اور بیان ای
پاکینگی دشمنی نے اس میں سن واشر کا ایسا جادو جگایا ہے کہ عام طور پر عبدالعزیز خالد

کی شکر پسندی کا احساس نہیں ہوتا بلکہ اگر تم مقامات پر یوں غموں ہوتا ہے جیسے ایک
چچے عاشق کے جذبات پھٹ پڑے ہیں اور حب رسول کا ایک شیری و شفاف پختہ
برہا ہے اور دوسروں کو بھی اپنے ساتھ بھائے لئے جا رہا ہے۔
عبدالعزیز خالد کی تاول ارکلامی اور کلامات شاعرانہ کا انجام اس انتیہ تھیدے
ہیں جیسے انگریز طریقوں پر ہوا ہے۔ کہیں امتحنوں نے پورے کے پورے مصروفے اور خر
عیں کے شانک دیجئے ہیں اور کہیں نفرات و تیحیات کی پیروزی کاری اور دفعہ کے ساتھ اس
طرح کی ہے کہ ان کے بیان عربی فقامہ کی شان جھلک پڑتی ہے۔ کہیں عاصم تھمکی
تراکیب و تشبیهات کے اہتمام و طبقاً و مکیب اس کے بیان فاسکی فصیدہ نگاروں
کی سی شوگفتہ بیان پیدا ہو گئی ہے اور کہیں کہیں سہن و دانی تیحیات و علامات کے مل
استعمال نے انھیں محض کا کو روی سے بست قریب کر دیا ہے بطور مثال اس قصیدے
کے چند اشعار درج کیے ہے

میں شبدوں کی پیاسی میں پر نہ کہیا کا
تری جستجو مجھ کو صبور و سما ہے
لشکر نہیں کھرانے تیرے
چھپا کر نظر دل مجھے دیکھتا ہے
میں جرگن بر دگن میں مسلیکینی
تو سراج سیرا مراد یوتا ہے
تو دیپک میں کاجل تو درپن میں سیسے
میں کالک تو پر بھات کی لاما ہے
میں را توں کو کوئی کی ماشد کو کوئی
کبھی لب پر دھولا کبھی ماہیا ہے

میں ساجن کی بندی ہوں جنگی کمنڈی
اس کی مجھے چاہ ہے لالا ہے
جنگ نامنہ تجوہ ہوں جھلا کوں میرا
اجھا گن کو ہر کوئی دھست کارتا ہے
میں لوہا قپا کوں میں ٹھنکر تو ہیرا
میں میشی کی گڑایا تو ابر و ہوا ہے
رہوں رات، دن میں ترے سنگ سیان
مری روشنی ہے تو میرا دیا ہے
گرو دیو چیلی کا سنیوگ کیا
میں دھرتی تو انہیں کیا ہوں تو کیا ہے
بسا ہے تو جس دن سے من کے بنگیں
مرے من کا اس دن سے پنکھل گیا ہے
بچھوتوں انگ پر ہے گلے مرگ چھال
یہ خلعت محبت کی سرکار کا ہے
بھڑکتی ہے دل میں برد کی جوالا
ترے بن یہ جیون سلگتی چتا ہے
بچانا ہے پسپی کی پیاسیں ابر نیان
تو نک کارن اس من کو کلپا رہا ہے
میں پیاسی ہوں مجھ کو پلا مدھ پیال
لعاب دہن میں سُرا کا مزا ہے
یہ اشعارِ محسن کا کور دی کے قصیدہ لامی کی تشبیح سے ملتے جلتے ہیں۔ بیان کی

سادگی، شکفتگی اور روانی سے قطع نظر یہ اشعار ایک پچھے مانش کے عین نفسِ رقتِ طلب
اور احسانِ الفعال کے ایسے مرغتے ہیں کہ سامن اور قاری پر بھی رقت کا عالم طاری
کر دیتے ہیں۔

اُس قصیدے کے بیضن ٹکڑے اور بعض اشعارِ عربی فارسی اور مندی کی غیر ایزوں
تیجھات سے یکسر پاک ہیں۔ ان میں روزمرہ کی شکفتہ دشائستہ زبان ہیں آنحضرت
کی درج کی گئی ہے۔ اس درج کا لمبجہ ایسا عاجزناہ اور بیرونیہ ایسا دلاؤیز پے کو نفیتیہ
شاغری کا حق ادا ہو گیا ہے۔ اس طرح کا ایک ٹکڑا ہم نے منتخبات کے حصے میں دفع
کر دیا ہے۔

عبد العزیز خالد کی درسری نعمتیہ تقدیفیت "مختن" بھی طویل قصیدے کی شکل
میں ہے: "مختن" سریانی زبان کا لفظ ہے اور اس کے بارے میں بھی شاعر نے کتاب
کے پہلے ہی صفحہ پر بتا دیا ہے کہ ع
تھے یہ سچھلہ اسماء رسول معمول

"مختن" کو اس کی رویت کی رعایت سے قصیدہ میمیزی کر سکتے ہیں، اس میں
چار سو چوالیں اشعار ہیں اور عبد العزیز خالد کے خاص رنگ میں ہیں یعنی یہ تقدیفیہ
بھی اردو فارسی عربی اور مندی زبانوں کا حیرت انگریز ٹکڑے اور شاعر کے دفعہ
حذبات کی بھروسہ ترجیحی کرتا ہے۔ فرن تقدیفیہ کی وہ روایت جس کا تعلق اخمارِ علم
سے ہے اور جس کی حدود سے ہمارے قصیدہ نگاروں نے سطوتِ بیان اور شکوہِ الفاع
کو تقدیفیے کا ذصفت خاص قرار دیا ہے اس قصیدے میں پوری طرح درآئی ہے
لیکن اس کے باوجود تقدیفیے کی برداشتی و شکفتگی کہیں معروض نہیں ہوئی بلکہ شاعر کی
 قادرانکلامی نے اس کے بھاؤ، تسلسل اور باطنی آہنگ کو کچھ اور دلاؤیز اور باد قرار
بنادیا ہے۔ ابتداء کے جنہ اشعار دیکھئے کیسے پر شکوہ اور دلکش ہیں۔

مُطْبَع آدم دا جم متابع لوح دستم

محمد آتمی حسین بیو پ کبریا مسلم

محمد افسر رآ فناق د سرور عالم
وہ عبدہ در رسولہ د واسدہ احمد

کتاب د حکم نبوت کا خاتم و خاتم
حُمود و حامد و احمد مُحَمَّد و مُحَمَّد

حَمْدِيْم د میر کرام د مکرم د اکرم
وہ لا یوستھا سراجِ بیبل امام رسل

اصیر قافلہ مسخت کوشش ایں ہم
بیبل د اجل د کامل مکمل د اکمل

سمت زده بشریت کا نعم جن اعلم
شار فخر داد د لمحن بار بدی

ہیں حرف سادہ پ تربان متابع د صوت دا

امجاج حکیم عبد الکرم شری (دلاوت شفیع) کی شاعری کا آغاز اگرچہ مزید سے
ہوا لیکن جلد ہی بیعتِ فاطمہ کی طرف مائل ہو گئی۔ شفیع اس سے، بھن جایتِ اسلام
لاہور کے سالانہ جلسوں اور عیومِ اقبال کی تقریبات میں نقشِ خوانی کرو رہے ہیں۔ جو کہ
پاکستان میں بھی ان کی مترجم نفیس خواجہ تحسین شامل کر چکی ہیں۔ اقبال کے درستہ فکر
کے بالیں نظر طالب علم ہیں۔ ان کی شاعری کا مرکزی نقطہ امید و نشاط ہے۔ اور محور
نگرِ اسلام میں عِ شفا کے سرو بِ عالم متابع مسائشِ اسلام

اور اب ایک قدت سے نفت و مفتبت ہی اگ کا دلیفہ حیات ہے۔
آخر کو بھی شست کے مومنوں سے گراں گاؤں پے اور ان کی کیفیتِ ترتیل "میں
فتنیہ شاعری کے بعض بہت اچھے تو فتنے ہیں" ترتیل ۱۹۹۵ء مطابق ۱۴۲۶ھ
میں حلقة ارباب چشت تارکہ ناظم آباد کی جاہب سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کا
مقدمہ قابلِ مطالعہ ہے۔ اسلام میں شاعری کے جوان، شاعری سے آنحضرت کی دلچسپی
خان بن ثابت اور کعب بن زہرہ کے بارے میں حصہ پر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دادو
تحمین، عربی لغت کے مختلف ادا و اداء عربی شاعری کی خصوصیات وغیرہ پر عما فضیل
سے بحث کی گئی ہے۔ یہ بحث مدلل ہے اور صفت نے جلدی مدد احادیث دیا اسے قرآنی
سے اپنی باتوں کے لئے بثوت پیش کئے ہیں۔

"ترتیل" کا آغاز "حد" سے ہوتا ہے اس کے بعد نعمتیں اور اسلام ہیں بیٹت
کے اعتبار سے آخر کی نعمتیں متوزع ہیں۔ شاعر نے متون، نعمت، مرتع، تقیید، غزل
اور فطرہ وغیرہ کی مختلف ہیئتیوں سے کام لیا ہے۔ ان کی دو فتنیہ نکم جن کا پہلا بند
درج ذیل ہے بہت مقبول ہوئی ہے۔

تیر سے تڑپ اٹھی ساری حیات گواگزیں

تیر ہے ہی سامنے ہوئے سارے فرشتے نہ گول

تو ہی تو آئی مکان تو ہی تو ہوش کا ستوں

تیر ہی اگ کہم میں تو ہے سارے جہل کا فنوں

اوٹ محدث آخونا محدث

صلی اللہ علیہ وسلم مصلی علی محمد

آخر کی ایک اور فتنیہ نکم قابل ذکر ہے۔ اس فتنے کے پیش کام صریح ہے ع

حمد حشر کے میدان میں دو لعا بن کے نکلیں تھے

اون کے دیوار کے پہنچ قصیدے کا مطلع ہے ہے
بوا جب کفر ثابت ہے وہ تھات سلامانی
نہ چھوٹا شیخ سے زنا رت بیج سیمانی
یہ مشور قصیدہ غفت میں ہے اور اس میں زبان اور بیان اور خال دلکر کی ایسی
خوبیاں اور ایسی بلندیاں نظر آئیں جن پر قصیدہ کی روشنی میں بڑی طریقہ مختاری کی
جا سکتی ہے۔ یہی صورت عورت کے اس قصیدے کی ہے جس کا مطلع ہے ہے
چون میں نعمہ ببل ہے یہی طرب انوس
کہ جیسے بیج شب بجنجالا نے خردس
عورت کی زبان وادی، قادر الکلامی اور کمال شاعرانہ کا جیسا اظہار اس فتحیہ قصیدے
میں ہوا ہے کہیں، ورنہ فخر نہیں آتا۔ اس کی شہرت عوام تک کیا پہنچی خواص میں بھی
اب چند کے سوا، سب اس کا پورا لطف نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن قصیدہ نگاری ہنسیت
سے موسم کے مرتبے کو بلند تر کرنے اور اردو قصیدے میں فارسی قصائد کا لمطراق
فرائیم کرنے میں اس قصیدے کا جو حصہ ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔
یہی صورت بعض مشتیوں کی ہے۔ ہم نے بس مشتیوں کا سرسری ذکر کیا ہے
لیکن قدر اس کے یہاں غفتہ کے مومنیاں پر مستعدہ قابل ذکر مشتیوں موجود ہیں اور ان پر
تفصیل سے مشتی کے فن کی روشنی میں بحث کرنے کی ضرورت ہے۔
قصیدہ مشتی اور غزل دیزیہ کی صورت توں سے قلعہ نظر نظر آزاد اور فتحم سری
میں بھی گزر شستہ دس پندرہ سال میں بہت اچھی فتحیں کی گئی ہیں۔ یعنیں زندگی
کے نئے تعاضنوں نئے ما حل، نئی تحریکوں اور نئے مسائل کی آزمیہ ہیں۔ ان کا
پہنچیں اور فکر و نظر کے لحاظ سے ان کی فتحیں پرانی نشوتوں سے بہت مختلف ہیں۔
میں آنحضرت کی زندگی کرنے والوں سے ویکھنے والے اور نہت کے باب میں نکردن

یہ نظم ایک زمانے میں بہت مقبول ہوئی اور قوالوں کے فسیلے اس کی شہرت
دُور دُر تک پہنچی۔ اختر کی فتحیہ شاعری کا ایک دھنعت یہ ہے کہ اس کا افسوس اہنگ
آنحضرت کی ذات و صفات سے شدید مجتہد اور ایک طریقہ کی تربیت کا حامی دلاتا
ہے۔ اس مجتہد اور تربیت کا اگرچہ بعض جگہ بھروسہ اخبار کا پیراء نہیں بلکہ پھر بھی
کلام کی تاثیر میں فرقہ نہیں آیا۔

اختر کی فتحیہ غزلوں میں بھی بھروسہ غزلیں، چھوٹی بھروسی غزلوں کے مقابلے
میں زیادہ دلکش ہیں۔ غصہ صادہ غزلیں جن کے مطلع مندرجہ ذیل میں بہت اچھی ہیں۔
نبادر عالم نشکر بیزاد و کھاوے بستر نقاب اخمار
کہ متنزہ ہے زبانے کب سے یہ طور سر نگاہ کا

دل ہے تو دو باڑو باسا اور نوک زبان پر فتحیں ہیں
اہم اپنے بنی پر فتحیے ہیں اور اپنے بنی سے باقی ہیں

خدائے لم بیل کے دست قدرت کا عصما ہوں ہیں
محمد سیرے آقا ہیں محمد شتمد کا گدا ہوں ہیں
اوپر جن شمرا کی نفت نگاری پر مختصر ترسرے کے گئے ہیں بات افسی پتھم نہیں
ہوئی۔ محمد قطب شاہ سے لے کر عبدالعزیز خالد تک سیکڑوں شاعروں میں جن کے بیان
فتحیہ شاعری کے بعض بنایت اچھے نہ نہیں ملتے ہیں۔ میں نے تو اس بگرزیدہ توانی فتحیہ
غزلوں اور نشوتوں کا ذکر کیا ہے جن کے بعض اجزاء اپنی مقبولیت کی بنابر علاقہ خاص سے
تلک کر جیسے عام تک پہنچ گئے ہیں یا پہنچ رہے ہے درہ قدمی شاعر کے دو دین و کلیات میں
ایسی سیکڑوں نہیں ملتی ہیں جنہیں اردو مشتی اور اردو قصیدہ نکار شاعر سودا کا لے لیجئے

کی نہیں راہیں کھولنے کی کوشش ملتی ہے۔ افسوس کی یعنی مختلف اخبار و رسائل میں بکھری پڑی ہیں اور بچانہ ہونے کا سبب ان کے بارے میں تفصیل سے سروت کچھ کہتا مشکل ہے۔ اتحاد کے حستے میں جدید فقیریہ نگاروں کے بعض خونے البتہ دے دیئے گئے ہیں ان سے فوت کی روشن اور امکانات کا کم و بیش اندازہ کیا جائے گا۔ کیا اچھا ہو گکہ مرد سے اڑ عیوب بردن آئیہ اور وہ کی فقیری شاعری کا تھقانند نامہ جائزہ لے کر اس کی قدر و قیمت کا تعین کرے اور لفعت گوشہ کو وہ منصب دلائے جو حالات کی ستم طرفی نے ان سے چیزیں رکھا ہے۔

تبرکات

شیخ سعدی

بلغ العسل بکماله
کشف الدبیح بکماله
حُنّت بجیع خصاله
صلوا علیه و آله

شاہ عبدالعزیز دھنیوی

یا صاحب الہمال دیستہ المبشر
من وجہك المنيز ولقد نور القری
لامیکن الشناوار کہ کان حفظ
بعد از حسد ا بزرگ تو قمعہ مختصر

خواجہ نظام الدین اولیا

صبا بسوے مدینہ روکن اذیں دعا گو سلام بر خوان
بگرد شاہ میریز گرد بعد تضرع پیام بر خوان
بنہ بچندیں ادب طرازی سر ارادت بخاک آں کو
صلیاۃ دافر بر درج پاک جناب خیر الانام بر خوان
بہ باب رحمت گئے نظر کن بہ باب جبریل گھہ جیس
صلوأۃ منی علی نبی گئے بہ باب اسٹار بر خوان
بمحن داؤ د و ہمنوا شو بہ نالہ در و آشنا شو
بہ بزم پیغمبر ایں غزل را زعبد عائز نکشم بر خوان

عبد الرحمن جامی

سلام علیک اے نبی کرم
کرم تراز آدم دلبل اوم
سلام علیک اے زبانے طوی
لبعوت مهر بست مقدم
سلام علیک اے زمانے حسنا
جل جل تو آئی اسیم افلم
زبسی تو شد فتح ابراب مغلن
زنیت تو شد کشت اسرائیم
توئی یار رسول اشنان بحر جنت
کباشد محیط از عطاء کیکم
کشان پنجیں مالب کر آمد
ترانست باب شفاعت مسلم

لی جیب عربی مدینی قرش
کر بود در دو عشر ما شادی دخوی
فہم رازش نکنم او عربی من بمحی
لات هر شی چیز فهم او قرشی من بخشی
قد وہ دارم پہ برا داری او قص کن
تا شد او شرہ آفان بخور شید و شی
صفحت بادہ عشقی زمین سپرس
ذوق ایں سے زندگی بخدا بانٹی
جائے اباب و فا جزو و عشقی زدن
سر مبادت گرا زین راہ متدم باز کشی

امیر خسرو دہلوی

اے چیرہ زیبائے تو رشک بتان آفری
هر چند و مفت می کنم درجن ذاں زیبائی
آفاق ہا گردیدہ ام مہربان دزردیدہ ام

بسیار خوبی دیدہ ام آتا تو چیزے دیگری
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

تاکن ن گوید بعد ازین من دیگری تو دیگری
تو از پری چاپک تری اوز برگ گل نازک تری

اذ ہر چیزے گویم سبتری حفت اعجائب دلبری
مالم ہر نیمات تو غلیت جان شیدیے تو

آن نرگس شہلانے تو آورده رسیم کافری

خرد غریب است و گدا افاده در شہر مش
باشد کہ از نہاد سونے غریبان بنگی

حاجی محمد اچان قدسی

مر جا سید کی مدین الحسینی
 من بدل بحال تو محجب خوش بخی
 اهتمام شریح حال است بدلین بوا بخی
 نسبت فیت بذلت قربنی آدم را
 سبتو ز علم و ادراوم توچه عالی تسبی
 نسبت خود میگشتند کرم دلیل منظم
 ذائقه نسبت بدلیگے کوئے تو شد بے اینی
 نامه پاک تو چور کلیہ بزبان عربی
 ماضیانیم ز مانیکی احکام پرسی
 سوئے ماروئے شفاعت بکن اینی بسی
 چشم درست بخشنا، بروئے من اندار نظر
 غسل استان مدینز تو سر بر زدام
 زار برشده شرمه آن لاق پیری طبری
 لعنت فما کز بعدی گذرد قشیلی
 شب مراجع عربی تو اذلک گذشت
 سیدی آنت میسی طبیعتی میبلی

آمدہ بروئے تو ندی کی پچے دریاں میلی

اسد الشھخان غالب

حق جلوه گز طریق بیان محمد است
 آدمے کلام حق بے زبان محمد است
 آئینہ دا ب پر تو نہ است ماہتاب
 شان حق آشکار ز شان محمد است
 هر کس، قسم با انجو عزیز است، می خود
 سو گذن کرد گزار، بجباں محمد است.
 واعظ حدیث سایر طوبی فرد گذار
 کا ایں جا سخن ز سروردان محمد است
 بنگرد و نیزه، گشتن امو قسام را
 آن نیز نامور ز شان محمد است
 غالباً شتاۓ خواجه بہیزدان گذاشت
 کوں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

شاہ نیاز احمد جریلوی

دلا خاک رو کوئے محمد شو محمد شو
زہر کوئے بیا سونے محمد شو محمد شو
بہرم سجدہ جان سونے ابرئے محمد کن
بروئے قلبہ نو دسے محمد شو محمد شو
تجود پیشیگی راز قید عالم وارہاں خودار
اسیر حلقة موئے محمد شو محمد شو
با خلاق الہی متفصت بودن اگر خواہی
سرای سیرت دخوتے محمد شو محمد شو
کمن خالی مشام اذ بیسے گلہائے جاں ائمہ
سیاد نہ دہ بولے محمد شو محمد شو

نیاز اندر دلت گرہ عفان خدا باشد
فدا کے شان دھوئے محمد شو محمد شو

علامہ اقبال

آبروئے ما زنام مصلحت است
ود دل سُلم مقام مصلحت است
بوریا منون خواب راحتش
ماچ کرسی نیپر پائے امش
در شبستان برا خلوت گزید
قوم و آئین دھکومت آفرید
مسنا قوام پیشیں در توره
در نگاہ اُویسے بالا رپست
با غلام خوشیں بریک خواشت
در جہاں هم پرده داریاست او
ردنی محشر امستباریا است او
آن بیان ایں با صدر حجتے
لطف و قہر او سرایا پاسجتے
کم کہ برا عدا در گست کشاد
امتیازاتِ نسب را پاک سوت
امتیازاتِ نسب را پاک سوت
لشکر کوئین را دیا چا درست
بلد عالم بندگان دخواجہ درست

*
اسے نکور تو شباب زندگی
جلوہ ات تغیر خاب زندگی
اوے نیں از بارگاہت ارجمند
آسمان از بُرہ باست بند
بندگان را خا جنگی تمنی
تادم تو آتتے از گل کشوہ
تو وہ ناست حمل را آدی بند

ذرہ داسن گیر میرو ماه شد
یعنی از نیروئے خوبیں آگاہ شد
تامرا افتاب بر رویست نظر
از اب دام گشته محبوب تر
عشق در من آئشہ افراد ختاست
فر عشق بادا ک جانم بر ختاست

اردو کی
لمحہ نعمتیں

اَعْيُرْ مِيَنَافِ

خلق کے سرور شافعی مبشر صل اشہد علیہ وسلم
 مرسل دادر خاص پیر صل اشہد علیہ وسلم
 نور مجسم، نیز اعظم سرور عالم موسیٰ آدم
 فرج کے ہدم، خنز کے رہبر عمل اشہد علیہ وسلم
 بحر سخاوت اکابر مردوں، آئی رحمت شافعی ممت
 ماںک جست، قاسم کوثر صل اشہد علیہ وسلم
 رہبر موسیٰ، بادی عیسیٰ، تارک دنیا، ماںک عقیقی
 ہاتھ کا نکیب، خاک کا بستر صل اشہد علیہ وسلم
 سرور خرام، چہرہ گلستان، جنتہ تابع، حبر و خلق
 سنبل پیچاں، ازلت معتبر صل اشہد علیہ وسلم
 قبلہ عالم، کعبہ اعظم، سب سے عظیم راز سکھی
 جان جسم، روح مصور صل اشہد علیہ وسلم
 نمر سے ملور پشمہ دینہ، الفت امیر اپنا ہے پیش
 درود ہیشہ دن بھر شب بمحب صل اشہد علیہ وسلم

(۲)

جب دینے کا مسافر کوئی پا جاتا ہوں
 حرث آتی ہے یہ پہنچا میں رہا جاتا ہوں
 دو قدم بھی نہیں چلتے کی ہے مجھ میں طاقت
 شوق کفیل تھے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں
 قائلہ والے پلے جاتے ہوں آگئے آگے
 مد اے شوق کہ یونچے میں رہا جاتا ہوں
 کار داں بڑا شرب میں ہوں آدازہ ددا
 سب میں شامل ہوں مگر سبکے جلد جاتا ہوں
 اس لئے تائناں ملے رو بکنے والوں کو پتا
 محوكرتا ہوا نقشِ کفت پا جاتا ہوں

محمد اسماعیل میرنگری

وہ ادعا پیغمبری کا تکمیل
ہوا ہے کہ میں جلوہ آرا
کرے گا جو اہ کو دپارا
ہے جس کا تو سین بک گزارا
وہ امتوں کے لئے سارا
محنِ کسری دُنکس وارا
میں اخامت سے اُس کی چارا
میود ہو یا کوئی نصاری
صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر اور اُس کے سب آلِ بانجبار
وہ علم و حکمت سکھانے والا
پیامِ حق کا وہ لانے والا
کلامِ حق کا سستانے والا
وزا بِ حق سے وڑانے والا
وہ رسیم بد کا چھرانے والا
وہ بت پرستی اٹھانے والا
معتامِ محمود پانے والا
وہ بیتِ انشی کو جانے والا
صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر اور اُس کے سب آلِ بانجبار
وہ جلوہ ہے نورِ گیریا کا
وہ صدر ہے بنی اسرائیل کا
اہم ہے خیلِ انبیا کا
ہے پیشو اسلکِ خدا کا
طبیب ہے شریف اور ریا کا
گر خاص بندو ہے وہ خدا کا
وہ شاہِ قلیم اور رضا کا
ہے آئینہ صدقی اور صفا کا
وہ قبلہ ہر شاہ اور گدا کا
وہ کتبہ اپاراد اصلیا کا
صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر اور اُس کے سب آلِ بانجبار

علامہ اقبال

شیرازہ ہوا تبتِ مرحوم کا ابتر اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کو ہر جانے
وہ لازم آشوب نہیں بھر جس میں پوشیدہ جو ہے بھو میں وہ طوفان کو ہر جا
ہر چز پے بے قاطر در امدادِ زاد اس کوہ دبیا ہائے حدی خوان کو ہر جانے
اس راز کو اب فاش کرے کوئے ہوئے
آیاتِ الہی کا نگہبان کو ہر جانے

(۲)

وہ دنائے سبلِ ختم الرسول مولائے گل جس نے
غبار راہ کو بخش فردیع وادی سینا
نگاہِ عشق وستی میں دہی اول دہی آخر
دہی قرآن دہی فرقان دہی نیس دہی ظاہرا

(۳)

نگاہِ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ میمِ امانتِ انجام کر
وہ بزمِ شرب میں آکے بیشیں ہزار منہ کو چھاپھا کر
ترے شن کو ووسِ رحمت سے چھو کرتے ہیں روزِ عشر
کو اُس کو پھیپھی لگایتے گناہ اپنے دکھاو کھا کر
بتویر سے کوپ کے ساکنوں کا فضائے جنت میں بل بہلا
تسلیاں دے رہی ہیں جوں خوشادوں سے متنما کر
جتنے محنت کا درد کھلتے ہیں ماںِ زندگی ہے مجھ کو
یہ درد وہ ہے کہ میں نہ کھاہے دل میں اس کو پھیپھا کر
کسیاں راہِ عدم سے اقبال تیرے در پر ہو ابست راض
بیش میں زادِ مل نہیں ہے ملزمِ نعمت کا عطا کر

اخترشیران

کس نے پھر چیڑ دیا قصہ لیلاشے حجاز
دل کے پر دل میں چلتی ہے تنانے حجاز
بھر کے دامن میں غربوں کی دعائیں لے جا
اے فیض سحراء بادیہ پیمائے حجاز
بزم ہستی میں ہے ہنگامہ محشر پرا
اب تو ہو خواب سے بیدار سیحائے حجاز
ٹے افرنگ میں باقی شرما کوئی سزا
ہم نے جس دن سے پکھی ہے نے میانے حجاز
دل دیوانہ دعا مانگ وہ دن پھر آئے
دھی ہم ہوں وہی سجدہ وہی صحرائے حجاز
خاک پیشرب کے برآک ذذ سے آتی ہے صدا
اخترشاک نشین ناسیہ ذسانے حجاز

احسن مارہروی

پیاسا ہے جو دیدار رسول حسری کا کیا خوف تیامت کا اُسے تنشیبی کا
قر احمد محمود و محتشم ہے بلاشک شہر ہے فرشتوں میں تری خوش لتبی کا
دشمن بھی یہی مذاعِ شفشاور سالت ادنیٰ سایہِ انجاز ہے انلاق بی کا
حضرت ہے کہ طہبہ کو جلی جاتی ہے دنیا ہوتا نہیں کیوں حکم ہماری طلبی کا
مذاع ہجومِ محتاج ہوں بندہ ہوں الگا پر مکنی، مدنی، ہاشمی و مطبلی کا
اللہ کے بندوں میں ہے احسن دبی محبوب
آئین محبت میں جو بندہ ہے بھی کا

اھنگزندوی

کچھ اور عشق کا حاصلِ نہشی کا تھوڑہ بُجز ایں کہ لطفِ نلشیا سے نالا بے سود
یہ کون سائزے ہے؟ ساف کہ نہیں سکتے بُڑے غصب کی ہے نیرنگیِ طسلسم نہود
وہ رازِ خلقتِ ہستی اورہ منیِ کوئیں وہ جانِ کُشن ازال وہ بہادر سیع وجود
وہ آفتتابِ حرمِ ناتازینِ گنجِ حسرا وہ دل کا فور وہ اربابِ درود کا مقسیہ
وہ سرورِ دو جہاں وہ محمد عربی بہ درجِ اعلم و پاکشِ درود و نامحمدود
نیا یے حُسن کا ادنیٰ سایہ کر شدہ ہے چک گئی ہے شہستانِ عیوب و بزم شہو
وہ مست شاہدرعناء، نگاہِ سحر طراز وہ بامِ نیمِ شی بزرگسِ خمار آلوہ
کچھ اس ادا سے مر اس نے دغا پوچھا
ڈھلک پڑا مری آنکھوں سے گوہر تھوڑہ

علی اختر حیدر آبادی

سینہ بھر میں ہنوز موج نہ تھی سبک خرا

خاک کے اس گردے میں خانقش جیات تھام

مغل کے نات کی آنکھ ابھی کھلی نہ تھی

شانے ہلا رہا مختاگو باو پسخ کا اہتمام

دار مذہب میں نہ تینیں حسن کی یہ لطافتیں

ایسی نشاط آفرین تھی نہ ابھی جبین شام

خاکِ حرب تر سے شار دنوں جہاں کی تینیں

تو نے کچھ اور کرو دیا بزم حیات کا نقام

سید افضل الکرم جان و جہاں تر سے شار

سرورِ صاحبِ المجال دیدہ دولت سے خا

اپنے کرم کا واسطہ اپنی عطا کا واسطہ

ہرف کشاکش حیات آج میں پھر تر سے فلام

جادوہ زندگی میں یہیں پھر دیجیں ختم عیان

حرب کا نات ہے عرقِ فرب نگ و نام

ملہم کی نار سی ہے پھر دوست حق سے بے نیاز

حد سے گذر رہا ہے پھر عقل کا ہر جون خا

خاکِ رہ نیاز میں رسمبے احتیاز دے

حوصلہ بلند دے ہستی سرفراز دے

اکبرالہ ابادی

یہ جلوہ حتی سجنان اللہ، یہ فربِ دایت کیا کتنا
جہریل بھی میر شیدا ان کے، یہ شانِ بتوت کیا کتنا

دہ کفر کی خلدت دور بھوئی اور بخش دیں پُر نورِ نوئی
یہ صربِ بدی سجنان اللہ، یہ بسح سعادت کیا کتنا

جس دل میں چوپر توپ کرسی و عرش اس دل کی بندی مسلسل
جس سینے میں قرآن اُڑا ہوا اس سینے کی خلدت کیا کتنا

تبیع سے دنیا گوئی اُٹھی تکمیر کا غل تا عرش گیا
کاشیرِ دایت صلی علی یہ جوشِ عبادت کیا کتنا

نغمہ ہے ترا دلکش اکبر معمونوں بے ترا پاکیزہ تو
بُلیل کے ترانے ملی پھولوں کی لطافت کیا کتنا

اتباع سعیل اعظم گزٹی

احمد رسول فخر دو عالم صل اللہ علیہ وسلم
منظیر اول مرسل خاتم صل اللہ علیہ وسلم

جسمِ مرنی، روحِ مصور، قلبِ عجی، نورِ عطر
حسن سر اپا خیرِ محمد صل اللہ علیہ وسلم

دہم کی ہر زنجیر کو توڑا، ایک خدا سے شہزادہ
شرک کی محفل کردی، برم صل اللہ علیہ وسلم

کفر کی خلدت جس خمثائی وین کی دولت جس خدائی
لہرا یا توحید کا پر حرم صل اللہ علیہ وسلم

راہ میں کائنے جس نے بچائے گالی دی پھر رہئے
اُس پر پھر کی پیار کی شہنم صل اللہ علیہ وسلم

قلدہ نمائے سجد نگزار ان شعلہ سینا جلوہ فاراب
سبک بماراں جس کا مقدم صل اللہ علیہ وسلم

سم کے غوش داروں سے شفا دی، لطف نہیں اور کیا نادی
زمزم سے اور بخش امریم صل اللہ علیہ وسلم

اکابر وارثی میرٹی

جب عرب کے چینیں دہ فوجضا ہبڑوت اپنا جلوہ دکھانے لگا
کفر غارت ہوا بت گرے ٹوٹ کر مٹنہ پیاروں میں شیعاء چھانے لگا

بیانِ حموں کی گزینے لگیں، ذہبیں شادمانی کی گزینے لگیں
دین، کی خوبیں ہرست یعنی لگیں پرجم اسلام کا ملکا نہ لگا
لگکرے قصرِ کسری کے گرفتے گلے، ڈوبتے گلے پڑو پڑ کر ترنگ
اُنگ آتش کدوں کی بجا نے لگا خشک نحر ایں پانی بھانے لگا

سو نگہ کر بھی بھی دہ خوشبوئے تن، دیکھ کر رحمت حق پہن دھیں
کہ کے "انت نبی پڑھ کے سل علی بیبل خوشزا چھانے لگا

عیسے تاروں میں جلوہ ہو ممتاز کا، وہ پرا باندھ کر چار اصحاب کا
سید مارتہ کسی کو بتانے لگا، دل کسی کا ادا سے اسافر لگا

اکابر خستہ کی چار میں التجا، ان میں سے کوئی پوری ببرہندا
یا تو بلوہ دکھا، یا مدیثے بلا، ورنہ خدمت میں رکھ دل ٹھکانے لگا

*

احسان دانش

سن نظرت کو بحومِ عاشقان درکار تھا
عائشوں کو بہرِ نجود آستان درکار تھا
اس بساطِ خاک کی نشوونماں کے راستے
اک عکم آب و گل اک چہرہ خواں درکار تھا
تائنے کو منزلِ انسانیت کے واسطے
نش انسان سے امیرِ کار و اس درکار تھا
پاہیئے تھا آدمی کی دہسوی کو آؤ
مرسلوں کو سر براؤ مرسلان درکار تھا
نبعدِ حق کب سے سحر اسے عرب میں تندیگی
حق سے پیغمبر دین بیجا جہاں درکار تھا
یا محمد تو سن رکھ لی مسلک آدم کی لاج
جن کو دانائے دو حرفِ کن فکاں درکار تھا
حق تو یہ ہے اُس خدائے دو جہاں کے واسطے
بزمِ عالم میں رسول دو جہاں درکار تھا
ہاں مرے سے مجددوں میں تھی دانش اسی درکار تھی
میری پیشانی کو بس اک آستان درکار تھا

*

افقرِ موبان

مری بے قراری کی شام اللہ اللہ زبان پر عزیز کا نام اللہ اللہ
متار دو عالم کو نکرار ہا ہے نلاسون کا ان کے غلام اللہ اللہ
دیر پاک پر دو بحومِ حلالیتی فرشتوں کا دو اٹو ہام اللہ اللہ
مہروش پینچاہ نہ کوئی، مگر ہاں محو ملیسہ السلام اللہ اللہ
یہ کناسا باب عالی پر جا کر جان دوہ میں مالی مقام اللہ اللہ
دہے کیوں حضوری سے مردم افقر
بنے میں ہزاروں کے کام اللہ اللہ

*

احمدندیم فتاویٰ

اس تیرگی میں مطلع انوار آپ سے میں دنیا ہے ایک دشت تو گزار آپ ہیں
یہ بھی ہے کی کہ آپ کی لغوار ہے جیں
میرے لئے تو سایہ دیوار آپ ہیں
ہولاکہ آتاب قیامت کی دھوپ تھی
اس قائلے کے قافلہ سالار آپ ہیں
یہ فرم کم نہیں کہ میں ہوں جس کی گروہ
اس کا ہے یہ سبب، مراضدار آپ ہیں
وہ باد شہ میں بھی نہیں اگر مرکشیدہ ہوں
بھجہ کو کسی سے حاجتِ چارہ، گری نہیں
ہر خم مجھے وزیر کہ خم خوار آپ ہیں
سب لوگ سنگ زدن میں تو گلبار آپ ہیں
اس کا یہ راز ہے، مرامیار آپ ہیں
انسان مال و ذر کے جنوں میں ہے جتنا
اس حشر میں نیک کو درکار آپ ہیں

احسان دائن

حسن فطرت کو بھوجم عاشقان درکار تھا
عاشقون کو بہر سجدہ آستان درکار تھا
اس بساط خاک کی نشووناکے واسطے
اک حکم آب و گل اک چہرہ خواں درکار تھا
قافیت کو منزل انسانیت کے واسطے
فل انسان سے امیر کاروان درکار تھا
پاہیئے تھا آدمی کی دہسوی کو آڈی
مرسلوں کو سربراہ مرسلان درکار تھا
محمد تھی کب سے سحرائے عرب میں زندگی
حق نے پیغمبر دیں بیججا جہاں درکار تھا
یا محمد تو سنے رکھ لی مسلک آدم کی لاج
جن کو دانائے دو حرف کن فکاں درکار تھا
سچ تو یہ ہے اُس خدائے دو جہاں کے واسطے
زخم عالم میں رسول دو جہاں درکار تھا
ہاں مرے سجدوں میں تھی دائن اسی درکار تھی
میری پیشانی کو میں اک آستان درکار تھا

★

افقر منہانی

زبان پر محظی کا نام اللہ اللہ
زمیں بے قراری کی شام اللہ اللہ
متارع دو عالم کو شکرار ہا ہے
غلاموں کا ان کے غلام اللہ اللہ
دیر پاک پر دہ بحوم حلالیت
زشتوں کا دہ اٹوام اللہ اللہ
مہروش پینچاہ نہ کوئی، مگر ہاں
مگر ملیسے السلام اللہ اللہ
یہ کتنا سبا باب پ جا کر جہاں دہ میں مالی تمام اللہ اللہ
رہے کیون حنوری سے مکرم افتر
بنے ہیں پڑاروں کے کام اللہ اللہ

x

احمدندیم فتاویٰ

اس تیرگی میں مطلع افوار آپے میں
دنیا ہے ایک دشت تو گلزار آپے میں
یہ بھی ہے سچ کہ آپ کی لگتا ہے جیں
یہ بھی ہے حق کہ صاحب کردار آپے میں
میرے لئے تو سایہ دیوار آپے میں
ہولاکھ آفات قیامت کی دھوپ تیرے
اس قائلے کے قافلہ سالار آپے میں
یہ فرم کم نہیں کہ میں ہوں جس کی گرد رہ
اس کا ہے یہ سبب، مراضدار آپے میں
درباد شہ میں بھی میں اگر مرکشیدہ ہوں
ہر خم بمحیے وزیر کہ غم خوار آپے میں
مجھوں کو کسی سے حاجت چارہ گری نہیں
سب لوگ سنگ ذن میں تو گلبار آپے میں
ہے میرے لفظ لفظ میں گر حُن دلکشی
اس کا یہ راز ہے، مرزا میار آپے میں
انسان مال و زر کے جزو میں ہے جتنا
اس حشر میں ندیم کو درکار آپے میں

محمد اعظم پشتی

ہیسا کوئی مجبوب نہ ہو گا نہ کیسی ہے
بیٹھا ہے چنانچہ مگروش نہیں ہے
ملتا نہیں کیا کیا دو جہاں کو ترے درے
اک لفظ نہیں چھے کر ترے لب پنیرہ ہے
ہیں تیرے ہوا خواہوں میں مرسل بھجنی تھی
کونین ترے زیر اثر زیر نگیں ہے
تو پا ہے تو ہر شب ہو مثال شب اسرائیل
تیرے لیئے دو چار قدم عرضہ بیں ہے
ہر اک کو میتر کہاں اُس در کی غلامی
اس در کا تو دربان بھی جبریل ایں ہے
روکتے ہیں میں آکے قدم اپنی نظر کے
اس کو پے سے آگے رہا ہے رہیں ہے
اسے شاہزاد من اسے تو زیارت کا شرف وحی
بے چین میں آنکھیں مری پیکار چین ہے

دل گری کُناں اور نظر سوئے درینہ
انقم ترا انداز طلب کتنا حسین ہے

استیردایوفی

شبِ مراجع، مراجع شبِ درد
تجھی دسیا ہی دیدہ افرید
اندھیرا شب کا نہن دعا ہے
اجالا، شمعِ راہ برونا ہے
تجھی ماں کی آنکھوں کا ہے فور
سیاہی ماں کی آنکھوں کا ہے فور
ادھر کوئی ہے نقشِ بسترِ خواب
ادھر شوقِ لھا میں کوئی میتاب
ادھر لمحے کا کوئی آرزو مسد
یکا یک حضرت، بہریل آئے
پیامِ دل براۓ دصل لائے
جین کو پائے اور سے لگا کر
ذباں ہو کر کسی کو یہ سنایا
ہر اک بڑھتی ہوئی دو لکھاں اقبال
برا قبرق دُم مرغ سکبیاں
سواری کے لئے حاضر ہے در پر
کہ پیر اس کے میں گویا نور کے پر
کسی کی آنکھ کا خناک اشارہ
خراجم تازنے جو ہر دکھایا
مجب جانا تھا اس کا طرفہ آنا
کہ آنا اور جانا کچھ نہ جانا

ہری چند احتڑ

کس نے ذروں کو اٹھایا اور سحر کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

ذنہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اُس کے ناہل
الله اللہ موت کو کس نے سیحا کر دیا

شوکت مغرب نے کس شخص کا توڑا طلم
مندم کس نے الہی تصریح کر دیا

کس کی حکمت نے بیہوں کو کیا درستیم
اور نلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

آدمیت کا غرض سماں مہیا ہو گیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

*

جبکن ناتھ آزاد

سلام اس ذاتِ اقدس پر سلام اُس فخرِ دنیا پر
ہزاروں جس کے احسانات ہیں دنیا کے لکھ کے
سلام اُس پر کہ جس کے فور سے پر فور ہے دنیا
سلام اُس پر کہ جس کے نقط سے سور ہے دنیا
سلام اس پر جلالی شیع عرفان جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بیتاب سجدوں کو جبیوں میں
سلام اس پر بتا یا جس نے دیوانوں کو سفرزاد
معنے حکمت کا چھلکایا جہاں میں جس نے پیمانہ
دو گار و معادن بے بسوں کا زیر و ستوں کا
ضیغوف کا سسارا اور محض حق پرستوں کا
بڑے چھوٹوں میں جس نے اک اخوت کی بناؤالی
زمانے سے تمیز بندہ و آقامشا ڈالی
سلام اس ذاتِ اقدس پر حیاتِ جاودائی کا
سلام آزاد کا آزاد کی رنگیں بیان کا

*

اختر حسین اختر

سلام اے آمنہ کی گود میں قرآن کے پارے

سلام اے آدم و خواکے ارماؤں کے گوارے

و عائیہ قلب ابراہیم و جان میسی و موسیٰ

سلام اے اویاد انبیا کی آنکھ کے تارے

سلام اے نورِ یزدان کے مجاز ظاہر و باطنی

سلام اے عشق کے قلم سلام اے حُن کے رکھ

تری ہستی نے بخششی بیفع ددران کو تو انلی

سلام اے کاروان آدمیت کے جگر پارے

یتیموں اور بیواؤں کی آہیں رنگ سلے آئیں

سلام اے خشک ہنڑوں کے لئے کوثر کے فوارے

نظریں جلوہ جاناں لئے ہے اختر کنتر

وہ نعلینِ محمد پر فدا ہوتے میں مر پارے

سلام اُس پر
جو غلطتوں میں متارہ روشنگا ہو جائے
جو ایسا سورج ہے جس کی کتنیں
اذل ابد کے تمام گوشوں میں نور بن کے سماں چکی میں
ہر ایک ذرہ کو ماہ تابان بنا چکی ہیں
سلام اُس پر

جو حرفِ حق ہے
وہ حرفِ حق جو سماں ہوں اور خدا نے برتر کے دل میں
ایک واسطہ ہے
جو خاکِ مردہ میں جان ڈالے وہ کہیا ہے
سلام اُس پر

جو خیرِ اعلیٰ ہے — اور سب کو
پلندیوں پر بلارہا ہے
بلارہا ہے کہ رفعتوں کا شیر ہے وہ
بیشتر ہے وہ نذری ہے وہ
سلام اُس پر

جو بے فواؤں کا آسرا ہے
جو سارے نالم کی ابتداء ہے
جو سب زیادوں کی انتہا ہے
سلام اُس پر

جو راہِ حق پر بلارہا ہے کہ رہتا ہے
جو سب کو حق سے بلارہا ہے کہ حق نہ ہے

ڈاکٹر ابراہیم خلیل شیخ

مباریہ کیا آج لائی خردہ کہ غنیم غنیم پچک رہا ہے
کہیں پر لہرا رہا ہے لا الہ کسیں پر بیڑہ لمک رہا ہے

سداسے سُبھانِ ربنا ہے کہیں پر حمل علیٰ کے نظرے
طیور تسبیح خوان کہیں میں کہیں پر بیل پچک رہا ہے
پکار طاؤس کی کہیں ہے کہیں پر ہے قریون کی کوک
کہیں ہے نتمہ طراز طرطی کہیں گلی نزہہ کر رہا ہے

کہیں ہے ظاہر کہیں ہے لیں، کہیں حزال کہیں مژد
 تمام قرآن میں مثل خورشید نام احمد پچک رہا ہے

مریعن در دفراق ہوں میں نہ طاقت، اشتخار ہے اب
وکھاد دیدار خواب ہی میں اگر انکھوں میں وہ امک رہا

كمالِ احسان مجھ پر ہوگا اگر بیلا لو میتینے آفتا
تمہاری افرقت میں رات ون آپ خلیلِ خشن بلک رہا ہے

بیدام مشاہ و اساثی

آہلِ نیم کوئے محمد صل اللہ علیہ وسلم
کچھنے لگا دل سوئے محمد صل اللہ علیہ وسلم
کعبہ ہمارا کوئے محمد صل اللہ علیہ وسلم
معصوفِ ایمان روئے محمد صل اللہ علیہ وسلم
لے کے مرادِ آئین گے مریاں یکے مت جائیں گے
پہنچیں ہم تک دکھنے محمد صل اللہ علیہ وسلم
طبعی جانب دیکھنے والوں کھین کھلو ہوش بھا
و دیکھو قد دل جوئے محمد صل اللہ علیہ وسلم
نام اسی کا باب کرم ہے دیکھیںی محربِ حرم ہے
و دیکھو خرم ابروے محمد صل اللہ علیہ وسلم
مجینی بھی خوشبو صلکی بیدام دل کی دنیا لئی
کھل گئے جب گیسوے محمد صل اللہ علیہ وسلم

*

*

بیتل جیلپوری

مقدار بھے نے وحابے دینے کف پڑے اپنے حرمِ قومِ لوں گا
میں بھائندوں گا پلکوں ہیں گلیاں بان کی تھا بوری سبب اپنے حرمِ قومِ لوں گا

شانے بیٹے خدا میں کرو گا ہر انسان چوئے گامیری زبانِ خود
میں فعتِ محمد و قم کرتے کرتے افالمِ اور زبانِ قلمِ قومِ لوں گا

بیت کے جذبے سے یقانت پوکر کو دھنلوپی پر جھکے جب خرا
اجل، تو اگر راستہ دے دے وہاں پر قسمِ تیری تیرے قدمِ قومِ لوں گا

دہ کاشنے جو دیکھیں گے سوکھی زبان پر تو جوشِ عجیبت سماں کی کوئی
پلائیں گے بہر بھر کے سازی سازی میں سائی کا دستِ کمِ قومِ لوں گا

پسینے میں ان کی نہا آئی ہے تو پُر الاتی ہے ان کی رنقوں کی خوشیوں
جو بیل جائے جسد کو تو تیرے قدم میں پیسہ بسوار ادمِ قومِ لوں گا

خشمِ مدلوفی کی رہے دل میں ٹرکن جملے سورزِ فرقے ہر وقت ترین
شہجہ تو ہمیشہ جو اشکوں تھے دامن تو بیتل تک پیشہ نہمِ قومِ لوں گا

بھرن لکھنؤی

مجلہ میں اور ان کا بسان اللہ اشد
خُدا جن کا ہے مدح خوان اللہ اشد
جو ہی ختمِ جن پر دو صائم کی نعمت
جو ہیں خاتم المرسلان اللہ اشد
وہ جن کی طرف ہے نظر عاصیوں کی
جو ہیں شافعی بے کسان اللہ اشد
دہاں سن رہے ہیں جو ردداد مسیہ کی
میں گوکھر رہا ہوں یہاں اللہ اشد
جو ہیں قبلہ آرزو د تمنا
جو ہیں کعبہ ناشقان اللہ اشد
وہ جن کے لئے کل نذری بنا ہے
جو ہیں وجہ کون و مکان اللہ اشد
محمد، محمد کے صدقے میں برآد
ہے ہر وقت ورد زبان اللہ اشد

بیان و یزدانی مسیر بھٹی

خواب میں زلف کو مکھتے سے ہٹالے آجا
بے نقاب آج تو اے گیوؤں والے آجا

بیکی پر مری خون روتے ہیں چھالے آجا
راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آجا

دم تری دید کو آنکھوں میں لگا رکھا ہے
لے رہے ہیں تو سے بیمار سنھالے آجا

ہوں سیہ کار مرسے عیوب کھلے جاتے ہیں
کملی والے مجھے کملی میں چھپا لے آجا

سورت لار ہے پورداخ بیان کا سینہ
پڑ رہے ہیں تو سے بیمار کے لائے تھے جا

★

حفیظ تائب

دے تبتہم خیرات باخول کو، ہم کو در کار ہے روشنی یا نبی
ایک شیریں جلاک ایک نوریں دلک آنچ و تاریکی نزدیکی یا نبی
اے توید میجا! توی قوم کا حال علیٰ یہی کی بھیڑوں سے ابتر بوا
اس کے کمزور اور بے مبڑا بخت سے چھین لی چڑخ نے برتوی یا نبی
کام ہم نے رکھا تیرے انگار سے تیری تعلیم اپنا لی اغیار نے
حشر میں منہ دکھائیں گے کیسے تجھے ہم سے غفلت شدماً متباہی یا نبی
دشمنِ جاں ہوا امیر اپنا اللہ، میرے اندر عدو میرے باہر عدو
ماجرائے تحریر ہے پر سیدنی، سورتِ حال ہے دیدنی یا نبی
روح دیران ہے آنکھ حیران ہے ایک بھرمان تھا ایک بھرمان ہے
گلشنوں، شروں، قریوں پر ہے پر فشاں ایک مکروہ افہم گی یا نبی
کھ مرے دوڑھیں جرم ہے عیسیٰ مجھوٹ فی غلیم آج لاریب ہے
ایک اعزاز ہے جمل و سبے رہ روی ایک آزار ہے آگی یا نبی
راز داں اس جہاں میں بناؤں گئے روح کے زخم جاکر دکھاؤں گے
غیر کے سامنے کیوں تکاشا بنوں، کیوں کروں دوستوں کو دکھی یا نبی
یا نبی زیست کے پتے صمرا پر اب تیرے اکرام کا ابر بڑے گا کب
کب ہری ہوگی شاخ تمناری اکب مٹے گی مری قشگی یا نبی
یا نبی اب تو آشوب حالاٹ تیری یادوں کے چہرے بھی دھنڈا دیتے
ویکھ لے تیرے تائب کی نندہ گری بنتی جاتی ہے فوج گری یا نبی

شروعتِ حسین

مدحتِ سماں کو ٹرکھوں
سوچتا ہوں مجھا لکھوں کو لکھوں

سارے عالم کو جزویہ ختم اؤں
ایک انسان کو سمندر لکھوں

کیون نہ اس مشعلِ شبِ تاب کو میں
نکرو احساسِ کامحر لکھوں

فیضِ صہدِ صداقتِ جاذب
نکمت و نور کا پیکر لکھوں

مختصر یہ کہ میں ان کو ثابت
نوٹ انسان کا متدل لکھوں

*

عبدالکریم شر

چشم کرم جو آپ کی شاداً زمیں پڑے
گشتِ شیر یہ سائی باغِ عدن پڑے
خودِ منزلیں محقیں عازم طبیب کی منتظر
راوِ طلب میں سینکڑوں کوہ تو دن پڑے
انکھوں کے آئیتے میں ہیں اوار اس طرح
شبیم پہ ماہتاب کی جیسے کرن پڑے
سالارِ وجہان کی عیمت کہ عمر بیرون
بدر و حین و خیر و خندق میں ان پڑے
از بکر میرے دل میں تباہ ہے اسے شر
میخون در حنوف پہ جیسے بھی بیٹے پڑے

*

بزمِ ہستی میں وقارِ ذی وقارِ اکاں آپ ہیں
خسر و شامان رمیں تا جذارِ الْجَذَب ہیں
آپ کی خاطر ہوئے باغِ دھنیں آرائستہ
باعثِ تریمین خُن شاخدارِ الْجَذَب ہیں
آپ ہیں چشم و چرا غمِ عبیدِ علیلِ شکلہ
طابشِ طورِ ختنہ فُرِفاران آپ ہیں
آپ بھی کی رحمتیں اکافِ عالمِ ریحیط
سرورِ عنا میں قسمِ قویباران آپ ہیں
آپ کا مسلکِ محبتِ امن و سلی و اشتہ
کارزاروں میں متارعِ حاضر ایں آپ ہیں
یہ فاؤں اور تینوں کو سارا آپ کا
سروراً خوش نہاداں فگنداں آپ ہیں
آپ ہی کی ذاتِ محتری فاختِ بدر و حین
وزمِ ہستی میں نقیبِ شہزاداں آپ ہیں

*

جوش میلیح ابادی

نگاہِ نظرت کی منزے یوں تو ہر ایک ذرہ جھلک رہا ہے
 ہر ایک وقت اُبھر رہی ہے ہر ایک پودا پھبک رہا ہے
 دبے یہی ذرات کی تنوں میں ہزار اسرار کے خزانے
 اذل سے آخوش خار و خس میں کھلے پھولوں کے کارخانے
 جین لیلائے شب پر ہے روشن رو بیلی قندیل سے فرق کی
 سمری کنگ میں ہنس رہی ہے کلانی دشیرہ سحر کی
 عطا د انعام کے فرشتے یہاں سدا پیش و پیش رہے ہیں
 زمیں پر بسج اذل سے انکب کرم کے بادل رس رہے ہیں
 مگر یہ سب بے شمار تھے زمیں کو نظرت جو بخشی ہے
 کوئی حقیقی ہے ان میں نعمت تو وہ اُک آزاد آدمی ہے
 وہ آدمی جس کی تیز نظریں سڑاچ عالم کی رازداری میں
 وہ آدمی غصہ پیچ ڈنکاب حیات پر جس کی انگلیاں ہیں
 وہ آدمی جو شیمگی سے علوم کے چھوپوں چن رہا ہے
 وہ آدمی جو ہوا کی رومیں خدا کا پیغام سن رہا ہے
 اُگر چندیں قدم پر اس کے ازالے سے سمجھیے میں آسمان ہے
 مگر غشہب تو یہے جہاں میں اُسی سے بے انتہا یاں ہیں
 بست سے گز سے ہیں یوں تو انسان خروشیں ملنے والے
 بتون کی سبیت اٹھانے والے خدا کا سکھ بھٹکنے والے
 مگر عرب کے خوش افی سے کرن وہ پھوٹی رسول بن کر
 کہ بتتے نظمت کے خار و خس میں دبکا نئے شیخ پھونکا

مولانا محمد علی جوہر

1

تمہانی کے سب دن میں تمہانی کی سب راتیں
 ہر لمحہ شفی ہے ہر آن تسلی ہے
 کوثر کے تقاضے میں قتنیم کے وعدے میں
 عراق کی سی حاصل سجدوں میں کیفیت
 بیجی میں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوتا ہیں
 بے مایہ سی لیکن شاید وہ بلا بھیں

2

پر غیب سے سامانِ بقا میرے لئے ہے
 بیعام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
 سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سواری میرے لئے ہے
 میں کوئے تری راہ میں سب دولتِ دنیا
 تو حیدر یہ ہے کہ خدا اخشر میں کھدو سے
 کیا ڈر ہے جو ہوساری خدا کی بھی خلاف
 اسے شافعی محشر جو کرے تو نہ شناخت
 پھر کون وہاں تیر سواری میرے لئے ہے
 اچھے تو سبی کے ہیں بُرا میرے لئے ہے
 کیوں ایسے بھی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرانے

*

جگر مُراد آبادی

اک بندہ اور مدحت سلطانِ مدینہ
ہاں کوئی تکر رحمت سلطانِ مدینہ
تو صبحِ اذل آئیشہ حسین اذل بھی
اسے صلی علی مورت سلطانِ مدینہ
ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ سالم
شاہوں نے سوا سلطوت سلطانِ مدینہ

اس طرح کہ ہر سالن ہو مصروف عبادت
و کچھوں میں ور دلت سلطانِ مدینہ
اسے جان بلب آدہ، ہشیار، خبردار
وہ سامنے میں حضرت سلطانِ مدینہ

کچھ کام نہیں اور جگر مجھ کو کسی سے
کافی ہے میں اک نسبت سلطانِ مدینہ

الطان حسین حائلی

(۱)

بنتے ہیں درختِ سلطانِ دوجاں کے لئے
سخنِ ذباں کے لئے اور ذباں دہاں کے لئے
وہ شاہ جس کا عدو، بیتے بھی جنم میں
عداوت اُس کی عذابِ الیم جاں کے لئے
وہ پھول جس سے ہوئی سعی باغیانِ شکور
رہی نہ آمد و رفت، چمن، خزان کے لئے
گھر اُس کا مور و قرآن و حبیطِ جبریل
در اُس کا کعبہ، مقصد و انس و جاں کے لئے
نہ حرف و صورت میں وصت نہ کامِ دلب میں سکت
حقیقتِ شبِ مراجع کے بیان کے لئے
سامیا اُس کا جو نقشِ قدم تصور میں
ہجومِ شوق میں بوسے کہاں کہاں کے لئے
حریفِ نعمت پیغمبر نہیں سخنِ حائلی
کہاں سے لائے اعجاز اس بیان کے لئے

(۲)

اُمّت پر تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
اوے خامہ خاصاں رسی وقت دعا ہے
پر دلیں میں وہ آج غریب الغربا ہے
جودین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
اب اس کی مجالس میں نہ بقیٰ تھا دیا ہے
وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
جو قفرتے اقسام کے آیا سخت امثال نے
اس دین میں خود تفرقة اب آسکے پڑا ہے
جودین کہ ہمدرد بنی فرع بشرحتا
بیاروں میں احالت ہے دشمنت ہے برقیں
بگوئی ہے اب یہی کہ بنائے نہیں بنتی
فراہ ہے اے کشتی اُمّت کے نگہبان
دینا پر ترالطف سدا فام رہا ہے
اوے چشمِ رحمت باقی انت و آتمی
کر حق سے دُم اُمّتی مروم کھنیں
خاطروں میں بہت جب کا جہاز آ کے گھر ہے
ہُمّت میں تری نیکی بھی ہیں بدیکی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے دیکان میں پڑا ہے
جو خاک ترسے درپر ہے جاروب سے اُٹتی
وہ خاک ہمارے لئے داروئے شنا ہے

*

وہ نبیوں میں رحمت نقشبادیے والا
مرادیں غریبوں کی برلانے والا
مصیبت میں غریوں کے کام آئند والا
وہ اپنے پرانے کامن کھانے والا
فقیروں کا غلبی ضعیفوں کا نادی
شیخوں کا دالی عزلاموں کا مولی
خطا کار سے درگذر کرنے والا
خطا کار سے درگذر کرنے والا
مقادر کا زیر دزبر کرنے والا
مقادر کا زیر دزبر کرنے والا
قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کی حسرا سے سوئے قم آیا
اور اک نعمت کیمیا ساتھ لایا
ہم، خام کو جس نے کنڈی بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پر قرآن سے تھا جعل چکایا
پلٹ دیں اک آن میں اُس کی کایا
رمادونہ پڑے کو مویع بلا کا
ادھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

*

حضراتِ موهانی

پھر آئے لگیں شہرِ محبت کی ہوائیں
پھر پیش نظر ہو گئیں جنت کی ہوائیں

اے قافے والوں کیں وہ گند نفری
پھر آئے نظرِ ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں
ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقشِ قدم کی
سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

نثارِ فروذی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل و شماں یہ عباں یہ قبائیں

کرتے ہیں عزیزانِ مدینہ کی جو خدمت
حضرتِ اُنھیں دیتے ہیں وہ سب دل کے دعائیں



حسنِ رضاخاں (حسن بریلوی)

جلوہ یارِ ادھر بھی کوئی رستہ تیرا
حضرتِ میں آمد پھر تکنی ہیں رستا تیرا

کیوں تمنا مری یاوس ہوا سے اب کرم
سوکھے دھانوں کو دو گارہ ہے چینٹا تیرا

ہائے پھر خنڈہ بیجا مرے لب پر آیا
ہائے پھر بھول گیا راؤں کو رونا تیرا

اچھے اچھے ہیں ترے در کی گداں کرتے
اوپنے اوپنوں میں بنا کرتا ہے صدقۃ تیرا

خاص بندوں کے تعمدق میں رہا ہی پادے
آخر اس کام کا تو ہے یہ نکت تیرا

اے مدینے کی ہوا دل مرا افسرہ ہے
سوکھی کیوں کو کھلا جاتا ہے جونکا تیرا



حفظ جالندھری

سلام اے آمنہ کے لال اے جھوپ بجانی
 سلام اے نلیں رحمانی سلام اے نور زیوانی
 ترا نقصش قدم ہے نندگی کی لوح پیشانی
 سلام اے بروہ صحت لے سراج بنم ایجانی
 زبے یہ عزت افرائی زہے تشریف ارزانی
 مرے آنے سے روشنی اگئی مکار اسکتی ہیں
 سلام اے صاحب خلق علیم انسان کو کھلا دے
 تری سورت تری سیرت ترا نقصہ ترا حبلہ
 قسم گھنگو بستہ نوازی خندہ پیشان
 گر قدموں تلے ہے فریض سرائی و خاکانی
 زمان منظر ہے اسہ نی شیرازہ بندی کا
 نیں کا گوشہ گوشہ نرسے معمور ہو جائے
 حفظیت کی جیں تیری دردت سے ہو نداونی
 تزادہ مرسر ہو مرادی ہو تا گھر ہو
 سلام اے آئیں زنجیر باطل توڑنے والے
 سلام اے خاک کٹو شے ہوئے دل چوڑنے والے

(۱۲)

زبان پر اے خوش محلی یک کام آیا
 کمیرے نام ببریل ایں لے کر سلا آیا
 محمد جان مالم، فخر ادم، ہادی اکرم
 امام الانبیا، خیر البشر، پیغمبر عظیم
 محمد صاحب خلق علیم و ناشر حکمت
 محمد مصدر فیض عیم و شافعِ امت
 بصیرت نورِ سماجی بمعنی نلیں رحمانی
 پیام نندگانی، منظر تائید ربیانی
 محمد عصطفی بھی ہے وہ احمد جنتی بھی ہے
 وہ مظلوب خلافت بھی وہ محیب خدا ہیں ہے
 وہ جس کو فاتح ایسا پ اسرار قوم لکھئے
 بنائے عرش و کری باعثت اوح و قلم لکھئے
 وہی حاکم پاہراشد، در دا گاؤه مکویاں
 در حق سے جواب باصواب آہ منظلیاں
 وہ حاصل برگزیدہ سنتیوں کی التجاویں کا
 فرشتوں کی متناویں، رسولوں کی وہاؤں کا
 محمد دیدہ دل کی تجلی بہر مجوہاں
 محمد آخری حدیثِ سلی بہر مزدوداں
 محمد بنے کسی کے درد کو بچاتے والا
 سر شکر گرم داہ سر د کو بچلاتے والا
 محمد زدہ سعبوداں بالسل توڑنے والا
 محمد حق سے رشتہ آدمی کا تجڑنے والا

حمسید صدیقی لکھنؤی

حریم کبریا ہے اور میں ہوں
زبانِ محظی دعا ہے اور میں ہوں
کنپا جاتا ہوں میں بجا کی جانب
کوئی خود رہتا ہے اور میں ہوں
چلا ہوں جا پس کعبہ بعد شوق
نبی کا آسرایہ اور میں ہوں
عجب کچھ جوش پر ہے ابیر حمت
صرور افراد اگٹھا ہے اور میں ہوں
طوف کسبہ ہے وقت سحر ہے
نسیم دلکشا ہے اور میں ہوں
کنوں کیا دل کی گینیت کا عالم
نگاہِ آشنا ہے اور میں ہوں
بحمد اللہ کھلا ہے بابِ رحمت
مری آہ رسایہ اور میں ہوں
حریم قدس کا پردہ اٹھا ہے
دل حیرت زدہ ہے اور میں ہوں
حسید اب کچھ نہیں ہے یادِ مجھ کو
نبی کا تذکرہ ہے اور میں ہوں

(۲)

ترک رہا ہے بہ مختار دید کہہ دینا
در شی پے سلام حمسید کہہ دینا
جو حالِ دل بے وہ اُن پر ہے بلکہ دوشن
زبانِ حال سے بھی کچھ مریز کہہ دینا
اگرچہ تاپ نظارہ نہیں ہے انکھوں کو
مگر ہے پھر بھی مختار کے دید کہہ دینا
نگاہِ حرث سے روشن ہے آرزو دل کی
نہ کھنے پائے یہ شمعِ امید کہہ دینا
حضر آپ کے الافاظ پر نظر کرنے
ہے میرے دل کو بست کچھ امید کہہ دینا
بلائیے مرے آت بلایے مولا
ہے استخار کی کلفت شدید کہہ دینا
بعید رہ کے رہوں میں قریبِ یا حضرت
قریب ہو کے نہ ہوں میں بعید کہہ دینا

*

(۴۳)

در بار بینی کے جلوؤں کی وہ بارشِ رحمت کیا کئے
وہ صبح کا منتظر کیا کئے وہ شام کا عالم کیا کئے
وہ جنت روح و خلد نظر وہ سوز و گداز قلب و نظر
وہ روضہ امیر حسین علی، وہ فجر مجسم کیا کئے
جس وقت تصور کرتا ہوں اکہ نیند سی آنے لگتی ہے۔
اسے سبل علی آلام گر سر کار و عالم کیا کئے

وہ راز و نیاز کی یکسوئی، وہ دل کی حضوری کا عالم
وہ جوش تلاوت پچھلے پھر، وہ سورہ مریم کیا کئے
وہ وقت سحر بچوپانوں کی جمکشناخون کی چمک بزرگی ملک
گلزار قپا کے دامن پر کیفیتِ شیختم کیا کئے

حَبْدُ الرَّحْمَنِ رَأْسَنْ دَهْلَوِي

نبے خیر مجسم غل ہوا جیبِ اُس کی آمد کا
ذیان ہر صنم پر غعنندہ تھا خیر باشد کا
ہر لا اول ہر لا احسن کا باطن ہو گیا ظاہر
محمد میں یہ گویا و صفت ہے یہم مشددا کا
ساؤں نفت اگر تیری قوبت خاتم بنے کعبہ
ذیان ہر صنم پر زمزہ ہوا شد اشدا شد کا
کعینی جس دقت چکی جلوہ نام خدا بن کر
تری شمشیر میں عالم تھا بسم اللہ کی مدد کا
فران شادہ دین سے توہ منگب جو ارش ہوں
علاج اچھا ہیا ہے میرے لفڑ و اجب الحد کا
عضاۓ موسمی ایک ایک شکلیں گئی ان کی
الکھیروں انگلیوں کی معجزہ تھا بزرگ کا مد کا
قیامت میں نہ ہو گی بات ملکی پڑھداری ہے
مرے عصیان بے حد سے ترسے اسیں بجدید کا
خدائیت ہے رائخِ حجۃ لل تعالیٰ میں جس کو
وہ عاصم رسکے سطہ کا ہے جائی گل کے مقصد کا

شاہ احمد رضیخان صاحب بربادی

واہ کیا جود و کرم ہے مشیر بھٹا تیرا
منیں، ستاہی منیں مانگنے والا تیرا
و عارسے چلتے میں عطا کے وہ بے قطای تیرا
تارے کھلے میں سخا کے وہ ہے ذرا تیرا
فین ہے یا شیر تینم ترا لا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہر دیا تیرا
فرش والے تری شوکت کا علوکی یا جانیں
خرودا عرش پر اڑتا ہے پھر را تیرا
میں تو ماں ہی کہوں گا کہ ہو ماں کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا
تیرے مکڑوں پر پڑے غیری غور کر پرندوں
چھڑ کیاں کھائیں کماں چھوڑ کے مفتا تیرا
تیرے صدقے مجھے اک بوندھت ہے تیری
جس دن اچھوں کوئے جام چکلنا تیرا

روش صدیقی

صاحب تاج ختم نبوت ملائیہ وسلم
صدر نشین بزم رسالت ملائیہ وسلم

دوس مردوت فرمان اُس کا فرع بشروا احسان کا
امن و محبت اُس کی شریعت ملائیہ وسلم

فور جیں انسان کا چکا فرق مٹا محتاجِ غنی کا
ایک ہوئے سرمایہ و محنت ملائیہ وسلم

زادہ و عاصی، عارف و عالمی سب میں دو اقتدار سلامی
سب پر گل افتخار و امنِ رحمت ملائیہ وسلم

وین میں فیضان ہے اُس کا ذوقِ لقین احسان ہے اُس کا
اس کے درکی خاک میں حکمت ملائیہ وسلم

قربِ الہی سنت اُس کی حسن عمل ہے طاعت اُس کی
حاصلِ ایمان، اُس کی محبت ملائیہ وسلم

ساغر نظامی

جن سرا پا عشقِ محبم صلی اللہ علیہ وسلم
روئے سورگیوئے پرم صلی اللہ علیہ وسلم
سوئے سرا پا در عشقِ محبم صلی اللہ علیہ وسلم
آن تو تیرے شنبہ شنبہ شنبہ صلی اللہ علیہ وسلم
دعا بعث قاؤں فخر روزان خسرو دین و حجت زد
باوہ عرفان ساقی عالم صلی اللہ علیہ وسلم
ساز انل سے تذابتک ایک ترجمہ ایک تلامی
بر بیط جاری نفسِ پیغم صلی اللہ علیہ وسلم
خون کام رنگ در کاسکن شافعِ امت کیف کام
یکعن کامیع عشق کاسکن صلی اللہ علیہ وسلم
فرش سے ہے تلوشِ اجالا ذرہ ذرہ فو کا بالا
شمعِ دو عالم صہر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
اسکے طبیبِ عالمِ امکان جادگیر بیاری انسان
تو نے رکھا زخمی پر مردم صلی اللہ علیہ وسلم

شاہ محمد تقی عزیز میان قادری بریلوی

سب سے جدا ہے سب میں شامل نورِ محمد افسوس اللہ
روحِ محمد و حبم کا حامل نورِ محمد افسوس اللہ

اپلی طلب کا حادہ اول نامِ محمد ذکر المی
اپلی یقین کی آخری منزل نورِ محمد افسوس اللہ

کون نہ بن جائے پروانہ کون نہ ہو جائے دیوانہ
شیعِ حقیقت، تیزیتِ محفل نورِ محمد افسوس اللہ

ادی اعظم، رہبرِ امت، شافعِ محشر ذاتِ محمد
چارہ گردے تابی ہر دل نورِ محمد افسوس اللہ

رازِ بیی اک راز ہے میرا اور بیی دل راز ہے میرا
ہر دم نظرؤں کے ہے مقابل نورِ محمد افسوس اللہ

*

سخراضاری

محن انسانیت، فخرِ حرب، فخرِ عزم
یا محمد سلطنتی یا بادی و خیزیراً مُم

حائل شلقِ علیم و صاحبِ مدققِ وقایٰ
آپ کے قولِ حکیمانہ ہیں اب تک لشیں

قلپِ انسان میں جلائی آپ نے وہ شمعِ نور
جس کا پرتو حیرتِ باں جس کا جلوہ رشکِ طور

عبدوں کے زیب و زینت تھے بہلات دننا
آپ نے انسان کو بخشیِ لذت و فانیٰ ذات

قبلہ اربابِ دانش، کعبہِ اصحابِ ول
آپ کی معراج سے بدلا مزاجِ آبادگل

دستِ خاکی میں عنان بحر و طوفانِ آگئی
گردشِ گروہوں بھی زیرِ دام انسانِ آگئی

کرامتِ علی خاں شہیدی

(۱)

رقم پیدا کیا کیا طرف بسمِ اللہ کی دکا
سرِ دیوانِ لکھا ہے یہ نہ مطلع نعمتِ احمد کا
جمیں زلزلہ فوشیداں کے قصر میں آیا
عرب میں شوراً مٹا جن وقت اس کی اولاد کا
کبھی نزویک بنا کر آتا نے پڑوں تھیں
کبھی گرد و گرد شیوں میں کروں نظارہ گنبد کا
ہوتا ہے درختوں پر تو سے دمن کے جا پڑوں
قفسِ جس وقت فوٹے طاہرِ بودج مقید کا
ہوئی ہے وہ مت عالی مری معراج کی طاقت
میری قدریت سے میری زبان میں تھے تیزی
غدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس بختی
سفا ہاں تک سخرا ہو گا اس نیعِ حمد کا
زبان پر میری جس دنام آتا ہے غدکا

(۲)

ہے سورہ والشمس اگر دوئے محمد
واللیل کی تفسیرِ بونی موئے محمد
ماہِ فوشوال سے ماشی کی کمان مید
جب تک نظر آجائے نہ ابر دوئے محمد
کس و شن اٹھائے ہوئے ہیں بادیو نام
ظاہرہیں تو نازک سے ہیں بازوئے محمد
تما بیش بھا عشق کے بازار میں یوسف
پر ہونہ سکا سنگِ ترازوئے محمد
رموان کے لئے چلو سونفاتِ شہیدی
گرہا تھے لگے خار و خس کوئے محمد

غلام امام شہید

جب سے ہو ادھر گلی جن آرائیے مدینہ
جبریل بن ابیل شیراۓ مدینہ

سینہ ہے مرار کشی محاسنے مدینہ
دل ہے جرس میل سیلاۓ مدینہ

واں کے درود لوار مرے پیش نظر ہیں
اندھیر ہو گر آنکھ سچپ جائے مدینہ

ہر نگ میں واں کے شر را درہ ہے چال
ہر خشت کو کھٹے یہ بیفیاۓ مدینہ

شم سنت یہ دکھانی ہے کھربت کی نفرے
ہم دیکھتے ہیں اُس کو جو دیکھاۓ مدینہ

*

شفیق کوئی

رام مدینے میں باش جناب مدینے میں
ہر ایک چیز ہے جنت نشاں مدینے میں

ذمیں پر کیوں نہ بُجھے آسمان مدینے میں
ہیں محظ خواب شہر دو جہاں مدینے میں

جانوں کفر و منلات میں پُر گیا الرزہ
ہوتی بلند جو پسلی اوام مدینے میں

مری نیاز کے سجدوں کو کیا کروں یا رب
جبینِ شوق یہاں آستاں مدینے میں

قدم قدم پسلل ہے رحمتوں کا تزویں
ولا فقر غم، هستی کماں مدینے میں

غم حیات، غم آخرت، غم کوئی
میں بھول جاؤں گا سب یہ گماں مدینے میں

*

شادق ایسا یاںی

پہنچ پرندہ کی رحمت اے بازمیں
لور عجھی سے روشن ہو تیرامینہ
جب صالحی عرب پر پسچے تائینہ
اس وقت سر جھکا کر بند باقرینہ
سلطان انباریا سے میرا سلام کتنا
محبوبِ کبریا سے میرا سلام کتنا
صالح پر آتے آتے موجوں کو چوم لینا
موجوں کے بعد دلکش ذردوں کو چوم لینا
اس پاک صرزینی کی راہوں کو چوم لینا
پیو لوں کو چوم لینا کاٹوں کو چوم لینا
پھر فرد المخی سے میرا سلام کتنا
محبوبِ کبریا سے میرا سلام کتنا
ہو جانپ دینہ جب کاروان روان
مثل علیٰ محمد کا لب یہ ہو ترانہ
و در دنیاں ہوں جس دم اشار غاشیا
حب و حست خدا کا لئے تھی خزانہ
سرچشمہ عطا سے میرا سلام کتنا
محبوبِ کبریا سے میرا سلام کتنا
باس ادب یہ کنا اے بادی گرم اے خفتہ مکمل اے رحمتِ محتم
تھی نظر نظر بد قربان ہر دو ہالم شادق غریب شادق یہ کہہ رہا متایم
سردار دوسرا سے میرا سلام کتنا
محبوبِ کبریا سے میرا سلام کتنا

شاعر لکھنؤی

مجسید کیفِ محبب ہے خمار آنکھوں میں
بسا ہوا ہے بیٹی کا دیار آنکھوں میں

جو آئی یادِ مدینہ تو آنسوؤں کا راء
چھپا لیا ہے اسے بے قرار آنکھوں میں

گھڑے ہوئے ہیں تو سے در پتیرے دیا نے
وفا کی نذر لئے اشکبار آنکھوں میں

قسمِ خدا کی مدینہ جنون نے دیکھا ہے
میں ڈھونڈ لیں گا وہ آنکھیں جزار آنکھوں میں

تصورات میں طبیہ سمجھے ہو برو شائر
مرچی ہوتی ہے محبتِ بمار آنکھوں میں

*

شہزاد احمد

جانِ با و ہو میں سب تماشے ایک جیسے ہیں
 مجھے رستہ دکھا مولا کر رستے ایک جیسے ہیں
 کبھی تیری شریعت کی حمزہ دست کم نہیں ہوگی
 جہاں میں آدمیت کا لفاضہ ایک جیسے ہیں
 جو انسان ہے وہ تیرے ادعا کا ہو چکا قابل
 جو پتھر ہے اُسے سارے زمیں ایک جیسے ہیں
 جسے انسان کہتے ہیں فقط انسان کا حصہ ہے
 نہیں وہ انسان دو قل اہل سے ایک جیسے ہیں
 فدا نے کر دیا سردار تجوہ کو سارے نیبول کا
 ہے اُک سورج خدا باتی تارے ایک جیسے ہیں
 لی بیرون کو بھی سرفرازی تیری قربت سے
 دگر نہ فرق کیا ہے سب فرشتے ایک جیسے ہیں
 ہوتیری یاد میں گزرے وہی پل زندگی نہ سپرے
 بظاہر ساری گھریاں مائے نجی ایک جیسے ہیں
 اللہ رہنے کی خواہش دوسروں کے کس طرح یکجئے
 درخعلی پر ہری شاخوں کے پتے ایک جیسے ہیں
 حقوق آدمیت میں کوئی تفریق ناممکن
 وہ عصف ہے اُسے اپنے پرائے ایک جیسے ہیں
 مجھے شزاد اُس کی آنزو ہے جس کی برکتے
 صروں پر گستاخی والے ایک جیسے ہیں

افتال حسین شوق

ٹھاکر کیف و ستی جلوہ سامان ہے جہاں میں ہوں
 بھاری خشن صد لالہ بد امان ہے جہاں میں ہوں
 جمال روئے تا باں آفت جان ہے جہاں میں ہوں
 ہر اک شے محدود ایمنہ چران ہے جہاں میں ہوں
 دل بیتاب پر لطف فراوان ہے جہاں میں ہوں
 ہر اشک اک قطر گوہ بدامان ہے جہاں میں ہوں
 چنک اٹھانے ہے بوئے مشک سے ہر غصہ خاطر
 فیض زلف جاناں عنبر افشاں ہے جہاں میں ہوں
 متاع عقل و ہوش و آنکھی کی خیر ہو یا رب
 چراغ طور فاؤس شبستان ہے جہاں میں ہوں
 ہر اک باب پھر اے نندہ صلی علی شوق
 ہر اک و صفت محمد کاشنا خواں ہے جہاں میں ہوں

ِصنیاعُالقتادِ ری بدایوں

تم ہر عرش کی زینت دا لے تم پر لاکھوں سلام

تم ہر تاریخ شفا عست دا لے تم پر لاکھوں سلام

تم ہر صریحوت دا لے تم پر لاکھوں سلام

تم ہر حسن کی دولت دا لے تم پر لاکھوں سلام

تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام

تم ہر عرش بربیں کے تاریخ ہر آنکھ کے سپارے

تم ہر حق کے راج دلاسے تم پر اپنے خدا کے پیارے

تم ہر ناز و نزاکت دا لے تم ہر چاندی مصروفت دا لے

تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام

سب سے فرماتا اول سب سے ذات فرماتا افضل

سب سے دین فرماتا اکمل تم نے کفریں ڈالی پیش

تم جو حق دصداقت دا لے تم ہر چاندی مصروفت دا لے

تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام

تم ہر مرض و محسن و ہمدرم تم ہو احسن و اجمل و اکرم

تم ہر فخر خلیل و آدم تم ہو شاہزاد و رحیم عالم

تم ہر عزیز امت دا لے تم ہر چاندی مصروفت دا لے

تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام

تم ہر صلیع نور انہی تم ہو حست ناتناہی
تم پر ختم خدا آگاہی تم پر شایان توتک شاہی
تم ہو ملک و حکومت والے تم ہو چاندی مصروفت والے
تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام
ہم ہیں بحروم ہم ناکارے ہم ہر شریں خوف کے مارے
ہم ہیں مولا گماٹ کنارے تم ہوناؤ کے کھیوں ہارے
تم ہو قلنزم حست والے تم ہو چاندی مصروفت والے
تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام
شاہا خلوت کی حالت دیکھو مولا کفر کی حافت دیکھو
ہم سے سب کی عداوت دیکھو دیکھو جان پتھ دیکھو
تم ہو حست و رفت والے تم ہو چاندی مصروفت والے
تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام
شاہا بہرامت آؤئے کر پر پیغم فخرت آؤ
دیکھو حالت امت آؤ، آؤ، آؤ، آؤ بجلست آؤ
تم ہو سردمروت دا لے تم ہو چاندی مصروفت والے
تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام
سید و نور سے میرا سیدنہ کرد قلب مر آئیسہ
محبہ کو د و بھرا بھے جينا شاہا پوں مشائق مرنی
تم ہو سب کی حیات والے تم ہو چاندی مصروفت والے
تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں تم پر لاکھوں سلام

مولانا ظفر علی خان

(۱)

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمیں تو ہو

پھٹا جو نیشن شب تارالست سے
اس نورِ اولیں کا آجالا تمیں تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب فایروں کی نایتِ اولیٰ تمیں تو ہو

جو مساوی درستے بھی آگے گزدگیا
اے رہ نورِ جادہ اسریٰ تمیں تو ہو

گستہ بھوؤں کو تحام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ شربِ بلخا تمیں تو ہو

(۲)

وہ شیع احلاجس نے کیا چالیں بوس تک ناروں میں
اک روز جیکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

رحمت کی گستہ یہیں پھیل گئیں افلک کے گنبد گنبد پر
وحدت کی جعلی کونڈ گئی آنات کے سینہ زانوں میں

گرا من دسائی کھفل میں لو لاک لاما کا شور نہ ہو
یہ زنگ شہ ہو گلزاروں میں یہ دُر نہ ہو سیاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ دردیں حل نہ ہوا
وہ راز اک کلی دلتے نے بتلا دیا چند اشادروں میں

میں کرنیں ایک بھی مشعل کی بو گکو و غر اشنان دلی
ہم مرتبہ میں یادوں بھی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

ہم حق کے علمبرداروں کا ہے لب بھی نرالا ٹھاٹھ دی
بادل کی گیرت تکبروں میں بھلی لی تڑپ آواروں میں

سراج الدین ظفر

بیوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰ کی طرح
وہ جس کے لطف سے کھلتا ہے غنچہ اور اک
وہ جس کا نام نسیم گرد کش کی طرح
طلسم جاں میں وہ آئینہ دایمِ محشر بُنیٰ
حیریم عرش میں وہ یار آشتا کی طرح
وہ عرشِ دزمان و مرکان کا نقش مراد
وہ ابتداء کے مطابق وہ انتبا کی طرح
اُسی کے جس ساعت کی حقیقت راست خاص
وہ اک کتاب کر ہے شخخ شفا کی طرح
بنیر عشقِ مستد کسی سے کھل نسکے
دموزِ ذات کے ہیں گیوئے دو تاکی طرح
رمایم درج رسالت میں را ہوا پر غزل
چلا ہے رقص کنان آہوئے صبا کی طرح
چمال روئے محمدؐ کی تابشوں سے نظر
ولاغ رند ہوا عرشیں بے دیا کی طرح

غلام مصطفیٰ عشقی

و صوفِ محبوب خدا کا جو تم ہو تا ہے
پر سجدہ پے تینِ ستم ہوتا ہے
اُن کا جو بندہ بے دام دو مر ہوتا ہے
وہی سلطانِ عرب شاہِ عجم ہوتا ہے
اشک افشاں جو مرادِ عجم ہو تا ہے
در دو عزمِ دل کا ذرا کچھ مرے کم ہوتا ہے
جلوہ گروں میں جو محبوب خدا ہوتے ہیں
خانہِ دل یہ مرا بیتِ عزم ہوتا ہے
غم، عشم، عشق سے بہتر نہیں کوئی عشق
روح خوش بوئی ہے جب دل پر یغم ہوتا ہے

عبدالعزیز خالد

میں فرش زمیں ہوں تو سبق ملے ہے
میں مانشوں کا جہاں ہوں تو برج ہو لے ہے
شہنشاہِ لولاک و مولائے سدرہ تو میرے تمثیل سے بھی ماردا ہے
تری ذات فخر بھی فوجِ افغان تو سل علی خیرِ خلقِ خُدا ہے
وقارِ سکوت اور حُسنِ تکم ججھے دینے والے نے کیا کیا دیا ہے
چلے تو تو خوش بری چلے آئے آئے
بدستِ صبا مجرِ ماں سیہ ہے
تو دبجنی و غم گاری کا پیکر تو خیرِ البشر اشرفت الانیا ہے
طبیعتِ میں دلِ سوزی و دلِ فوانی تو دلگیر کے درودِ دل کی دوا ہے
تُکرتا ہے تو قیسروں کی تکمیلِ مہماں تو سبے برگ و نادار کا آسرا ہے
وکیلِ دعفیل و عصالتِ عالم تو سیاحِ دشت و رام و لورا ہے
و قم میں صحیفون میں العقبہ تیسرے
تو پیسین د طاہا میں للعفت نکا ہے

خاصیٰ کرنالی

سلام اس پر جو نسلت میں مثال آقاب آیا سلام اس پر جو کنین پر جس سے ثابت آیا
سلام اس کو دریا بن کے اٹڑا دشت ویوں سلام اس پر جو بادل بکھر اٹھا کر وہ قاراں سے
سلام اس پر کہ جس کی ہر نظر فینان ہوئی تھی سلام اس پر کہ جس کا ہر شتمِ موچہ کوڑھا
سلام اس پر کہ جس کو ہر ٹکمِ سلک گوہر تھا سلام اس پر کہ جس کے باڈوں مگوارا تھا
سلام اس پر پس سے جس کے باڈوں مگوارا تھا سلام اس پر کہ تاجِ قیصری تھا جرلی شکر کیں
سلام اس پر تھی دلستی سچ جس کی چشمِ اڑکیں سلام اس پر لگا یادِ شمنوں کو جس فیضے سے
سلام اس پر لگا یادِ شمنوں کو جس فیضے سے سلام اس پر کہ جس کا دل و اسے طویں بندوں کے
سلام اس پر کہ جس کو شانِ بیجان دیا سلام اس پر کہ جس نے مور کو شانِ بیجان دی
سلام اس پر کہ جس کو ہر قطے کو جس نہیں طوفان دی سلام اس پر کہ جس کی اندھی مرداج آدم ہے
سلام اس پر بشر کا بول بالا کر دیا جس نے سلام اس پر تین اندھوں والا کر دیا جس نے

عارف عبدالمتین

(۶)

تری حدیث ترے دو بہو ناؤں تجھے
یہ آرزو ہے کبھی آئندہ دکھاؤں تجھے
میں اپنی ذات کا فائدہ حراگروں قشیر
بسدناز و متفیر تدوہاں بلاؤں تجھے
مراد فارجی تو ہو ضری پتاہ بھی تو
میں خود زین بخون اسکل مباٹن تجھے
مرے لئے تو تری یاد بھی محال ہوئی
کہ یاد کے لئے لازم ہے بھول جائی تجھے
میں کون کو نہ رخ منار دکھاؤں تجھے
فہم جان، فہم جان اور فہم دراءے جہان
ہوں رہی ہے ترے رُخ کی چاندنی بوجہ
قریب اسکے میں سینے سے بھی لگاؤں تجھے
تو روکھ جات، تو ایک ہر جو مقام تجھے
یہ میرا شوق کیں تجھ کو بر ملا دیکھوں
یہ صیرا شک کہ میں خود سے بھی چیلاؤں تجھے
کہاں کہاں تجھے تیرے کرم کی حاجت ہے
تیجانا ہے تو میں کس لئے دکھاؤں تجھے

*

(۲)

میں دھلام نور کے ہر سانچے میں دھالے سے ترے
جان و دل سرو چران اپنی اجالے سے ترے!

تیرے مشقون کی خسایت میں اذل اور اباء
میں ہر اک عمد میں جیتا ہوں حوالے سے ترے!

خود بھی گرتا ہوں، گرا کہے زمانہ بھی مجھے
میں سنبھلنا ہوں فقط ایک سنبھالے سے ترے!

بارگیتی تو انعام کھا ہے، پر تیرے سے حزا
آنکھ اٹھائی نہیں جاتی ہے، جیالے سے ترے!

تیرا آغوشِ محبت ہے جہاون پر محیط،
تیری محفل سے گیا کون نکالے سے ترے!

اس کے ہونٹوں کی تمنا نہ رہا، آپ حیات
جس نے اک گھونٹ بھی پکھا ہے پیالے سے ترے!

لب سے گوشن برآواز میں یہ ارض دسا،
بات کرنے کے یہ انداز زالے سے ترے!

ڈاکٹر فرمان فتحپوری

قاران کی پڑھائی پر چمکا خورشیدِ سات کی کہنا
ایمان کی کروں سے پھیلی ہستِ حرارت کیا کہنا

وہ عین جمالِ حسن اذلِ نکھرا ہے پر شکلِ ختمِ رسول
دوشِ ہیں رب کے دشتِ وجلیٰ نور کی کثرت کیا کہنا

وہ عالم ہو جلوؤں میں ملؤں غنچوں میں بُوہر شیئں تو
خشم سے کیا جاتا ہے دنویں باشِ رحمت کیا کہنا

جلوؤں کے کسکے پائیں جملکِ نجود میں گئی سب یہ ملک
شاداں ہے زمینِ حیران ہے نلکِ ناساں کی قدمت کیا کہنا

وہ نیجے نور و صدقہ و صفا وہ مخزنِ لطف وجود و عطا
بُشی ہے جماں ہر بیس و مائیمان کی دولت کیا کہنا

وہ قدرِ بدیٰ محبوبِ خدا ہی جن پر فدا جو حق ہے فدا
وہ محفلِ ناز و حُسن دادا وہ گرمیِ الْفَت کیا کہنا

اے کاش کمیں فرمانِ حزین رکھ پائے درِ مولانا چبیں
پھر نعمت کی کثرت کیا کہنا اشعار کی لذت کیا کہنا

فیض الحسن فیض سہارنپوری

تاریخ ہے یا احمد مختار اشنازِ اکبر کا
تمہی رتبہ شناسی رتبہ ہے پونہ پونہ داور کا

وہ طوفیٰ جس کا پڑھا ہے ستوں ہے تری مسجد کا
وہ جنت جس کی خیرت ہے نوون ہے تھے نکر کا

تمتا ہے کہ اک اک بال کی سوسو بلاں لون
جونقشہ باتھ آج بائے تری زلفِ منظر کا

تمتا ہے کہ کاظموں پر ترسِ صحراء کے جالوں
وگبِ معنوں کو پھر سودا ہوا ہے ذکرِ نظر کا

ہمیں روشنے سے کیا نسبتِ مگر جب تیرنامہ آئے
تو کچھ نقصہ بدل جاتا ہے اپنے دیدہ تر کا

بُرا ہوں یا بھلا ہوں خیر جیسا ہوں تمہارا پریوں
طريقہ ہے کریوں کھلا سباہنا اپنے چاکر کا

وہ ضعف ناؤں ای ہے کہ مرعنِ نیم بیتل بھی
یہ کتاب ہے چلو و مکیں تماشا فیضِ منظر کا

محمد عالمگیر خالی کیفِ ٹونکی

دو بھا پر پڑا رہوں گا، پڑے ہی رہنے میں کام ہو گا
کبھی وقت لئے کمی کی میری کبھی تو میرا سلام ہو گا
خلافِ مشتوق کچھ ہوا ہے نہ کوئی ناشق سے کام ہو گا
خدا بھی ہو گا اور ہر ہی اسے دل جد ضرورہ عالی مقام ہو گا
کئے ہی جاؤں گا عزم مطلب طے کا جست کئے دل کا طلب
نہ شامِ مطلب کی بیج ہو گا نہ یہ فنا نہ تمام ہو گا
جودل سے ہے مائلِ چیزیں اُس کی پیچان ہے خود
کہ ہر دم اس سے فاکے اسپر درود ہو گا سلام ہو گا
اسیِ ذائقے پر جی رہا ہوں یہاں تھستا جلا رہی ہے
بیگاں لطفِ دکرم نہ ہو گی تو مجھ کو جیسا نہ حرام ہو گا

ہوئی جو کوش پہ باریابی تو کیت کی تیرے دھج یہ ہو گی
بنل میں میتا، نظر میں ساتی خوشی ہے، ہاتھوں یعنی میں گا

*

چودھری دلورام کوثری

مجھے نعمت نے شادمانی میں رکھا
کہ معروف شیرین بیانی میں رکھا
میں لکھتا ربانعت اور حق نے شب بیہ
قر کو مری پاس بیانی میں رکھا
ویر صلطان کی ملے گر گردانی
تو پھر کیا ہے صاحبِ قرانی میں رکھا
جو ذرہ اڑا شہ کی گردِ قدم کا
زمانے نے تاجِ کیانی میں رکھا

نہ کو آفت اب نلک اتنا غرہ
کہ تجھ کو بھی ہے دارِ فانی میں رکھا
ویر حضرتِ صلطان مجھ کو بخشنا
تجھے منزلِ آسمانی میں رکھا
تو ہے ور بدر گردشِ آسمان سے
مجھے حلقتہِ حربِ بانی میں رکھا

نہ کر شور اے بیبلِ گلِ فنا
ہے کیا تیری اس لئے توانی میں رکھا
میں ہوں نعمت گو میرا ربہ بڑا ہے
ہم زبانی میں رکھا
رسے منہ سے منتظر تھی نعمتِ حضرت
مجھے فر در طبِ اللسانی میں رکھا

ذرا نقشہ نعمت کا کرن نظارہ
ہے کیا نقشی بہزاد دانی میں رکھا
بخاری ایش شناسے نبی نے
دہن کو مری گل فشانی میں رکھا
لکھیں کوثری عمر مجرمین نے فتنیں
نکچہ اور غم زندگانی میں رکھا

قاضی نذرا اللہ عالم

مترجمہ افسر ماہ پوری

میرے مانجھی لئے چل دینے مجھے

میرا مرشد ہے تو اور مرا راہ یہ
میں ہوں اس راہ سے آج گاہ بے خبر
امسٹِ مصلحتی رحمتِ دو جہاں
میرے مانجھی وہ سوئے ہوئے ہیں دیاں
اب نہ ہو گا وہ دریار روئے حسین
جان نجح جائے میری یہ مکونیں
عیزیز اردوں میں گر کوئی دریائیں
غم نہ کراس ہے رُکتا ہے رستا گیں
اس قدر روؤں گا بہہ چلے گی نڈی
مراہ آسان ہو جائے گی تاؤ کی

اپنے چہرے پر خاکِ مسند ہوں
اور اپنے محبد کا کلکہ طبیبہ پڑھوں
میری آنکھیں ہوں اور آنسوؤں کی جھڑی
بیسے بھیں کربلا میں سکینہ کبھی

میرے مانجھی لئے چل دینے مجھے

مسیبہ عبد الغنی شاہ قیص والی مزادبادی

اے صلی علی محبوب خدا ترے حن و ادا کا کیا کنا
سب حور و ملک قربان تجوہ پر اس شانِ خدا کا کیا کنا

یہ شام و سحر یہ مہرو قمری غنچہ و گل ذرے کارے
قربان میں سب تیرے رُخ پر اس فور و خشیا کا کیا کنا

بختنہ تخت و تاج مگر خود خاک نیشن کملی اور ہے
اے شاہِ دُو عالم اس سادہ انداز و ادا کا کیا کنا

فاتتے پر فاتتے اس گھر میں جس گھریں خدائی لٹھی ہو
اس شانِ محفل کے سدتے اس صبر و رضا کا کیا کنا

جب سے ترا و امن تحام لیا جماج کبھی قیصر نہ رہا
جو زانگا دہ تو نے اُس کو دیا اس لطفِ بھطا کا کیا کنا

*

شلیں احمد مُنور بدایوں

ہر دل کی تسلی بھی ہے، ہر غم کی دادا بھی
کیا چیز ہے مولا تیری خاکِ کفر پا بھی

ہونے کو تو ہوگی دلِ مفطر کی ددا بھی
اکسیر ہے لیکن تیرے دامن کی ہوا بھی

لب پر ہے تیرا نام تو کیا اور طلب ہو
آئے سلی علی یہ تو دوا بھی ہے دعا بھی

بیں تم سے وہ کہتا ہوں جو کہنا ہے خدا سے
جب تم مری سُن لوگے تو سن لے گا خدا بھی

جب دل میں وہ بلوے ہوں تو دنیا ہے منور
جینے کی غرض ہے کوئی بیسے کے سوا بھی

*

ماہر القادری

سلام اس پر کہ جس نے بیکوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پول بر سائے
سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قابیں میں
سلام اس پر کہ جس نے گایاں سن کر دعائیں دیں
سلام اس پر کہ دشمن کو حیاتِ بادداں دے دی
سلام اس پر ابوسفیانؓ کو جس نے اماں دے دی
سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے سماں میں
سلام اس پر ہوا مجرد حج بazarِ طائف میں
سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سوتا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچپونا سختا
سلام اس پر جو سچائی کی خاطر رکھ آٹھا تھا
سلام اس پر جو بیسو کارہ کے اور دن کی معلمات تھا
سلام اس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فیروں کی
سلام اس پر کہ جس نے کھوں دین مشکل اسی وہ کی
سلام اس پر کہ متنا الفقر فخری جس کا صریا
سلام اس پر کہ جس کے جسمِ اللہ کا نہ تھا سایا

۴

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے حوقی بکھیرے ہیں
 سلام احمد پر بخوبیوں کو جس سے فرمایا تیرے میرے ہیں
 سلام اس پر شکستہ جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
 سلام اس پر کہ ساکن کروپا طوفان کی عوجوں کو
 سلام اس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا
 سلام اس پر کہ جس نے پنجہ بیداد کو موڑا
 سلام اس پر کہ جس کی بزم میں قحط نہیں سوتی
 درود اس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
 درود اس پر تبسم جس کا گلُ کے نسکرانے میں
 درود اس پر کہ جس کا فیض ہے سارے زمانے میں
 درود اس پر کہ جس کا تذکرہ میں عبادت ہے
 درود اس پر کہ جس کی تندگی رحمت ہی رحمت ہے
 درود اس پر کہ جو معاصرِ محفل پاک بازوں میں
 درود اس پر کہ جس کا تام لیتے ہیں نمازوں میں
 درود اس پر جسے شش شبستان ازال کیئے
 درود اس پر ابد کی بزم کا جن کو گنوں کیئے
 درود اس پر بہارِ گلشن نالم جسے کیئے
 درود اس ذات پر فخر بھی آدم جسے کیئے
 رسول مجتبی کیئے محتد مصطفاً کیئے
 ووجہ کوہاڑی "دع ما کد شاء خذ ما صفا" کیئے
 درود اس پر کہ جو ماہر کی امیدوں کا مجاہد
 درود اس پر کہ جس کا دوفون عالم میں سوارا ہے

محشر رسول نگری

دیبا پڑھات ہے سنت رسول کی سرمایہ حیات ہے حکمت رسول کی
 فرقانِ خیر و شر بے نبوت رسول کی ہر چیز کو محیط ہے نیت رسول کی
 اس سے حیات کا کوئی گوشہ بخیں
 دنیا میں اور کوئی رو ارتقا نہیں

قرآن کی جیتی جاگتی تصور ہے یہی ہر شعبہ حیات کی تقدیر ہے یہی
 اک تندہ شرح آئی تغیر ہے یہی تہبیدِ انقلاب جانگیر ہے یہی
 عرفانِ حق کا اول و آخر یہی تو ہے
 اس باطنِ حیات کا ظاہر ہی ہے

اہل فنا کے واسطے آب بقا ہے یہ شیرازہ بند عالمِ عشق و رضا ہے یہ
 باطل کی ظلمتوں میں چراغِ بدی ہے یہ مشکل کسی طرح کی ہو مشکل کشا ہے یہ
 مغرب کا ہر نظامِ عمل بے ثبات ہے
 سُن لُوكَه عصیر فُلَی اسی میں بجات ہے

منظور حسین شور

گفتگو کا راز کیا تختیل کی آدمی نہ کیا
 بام عرفان نبی پر عقل کی پرواز کیا
 دہ رسولِ دوسرا دہ تاجدار بحر در
 جس کے قدموں پر جھکا تھا نیصر و کسری کا سر
 لوٹتے ہیں جس کے قدموں میں شست بوسکت اسات
 لیتی ہے جس کی فقیری تاجداری سے خزان
 دہ میمیوں کا سہارا دہ غنیبوں کی بیان
 نطق جس کا بندگی جس کا تنفس لا الہ
 جان فوازی جس کی طینت دوستی جس کا غیر
 جس نے ارزانی کیا اولادِ آدم کو تحریر
 دہ نبی دہ امت بیمار کا تیمار دار
 زندگی کی دھوپ میں وہ سائیہ پر درگار
 رحمت اللعالمیں بن کر جو آیا وہ رسول
 آدمی کو آدمی جس نے بنایا وہ رسول
 مظہر ذاتِ خدا، خیر الورا، خیر الاتا
 بے دنس و لیتے نہیں روح الایم بھی جرکانا
 ملسفہ ہے جس کے فین ہوش کا دریوza گر
 جس کے بامِ معرفت پر عقل کے جلتے میں پر
 خاک ہو جس کا نشیمن عرش ہو جس کا مقام
 اس کی شاہی کو سلام اس کی فقیری کو سلام

مظہر عرفانی

جب توجہ مرے میرکار نے فرمائی ہے
 یا محمد کی صادول سے مرے آئی ہے
 ان کے قدموں پر قصور میں تیپتی ہے طلب
 لکنایے تاب مرا ذوقِ جبیں سائی ہے
 ہم سمجھتے ہیں اسے گنبدِ خضری کا جسال
 لوگ کہتے ہیں گھنستان میں بیمار آئی ہے
 اب نہ آئے گا کوئی صاحبِ معراج یا
 اے مشیت ایہ تری آخری انگڑائی ہے
 شوقِ پاپندی آواب پر ہنسنے والو
 یہ ہے نادانی تو نادانی بھروسہ دانان ہے
 ہم درختِ اسلام سے نہ پھریں گے مظلوم
 ہم ہے ایک عقیدت کی قسم کھائی ہے

وَحْيَدِ بَهْسُوئِي

یا نبی جلوہ پر نور دکھایا ہوتا
کوئی دن محمد کو دینے میں بلا یا ہوتا

سوختہ دل ہوں کلیجہ مرانفڑا ہوتا
شجر روضہ اقدس کا جوس یا ہوتا

طاہر دل سرا وحشی تھا خدا یا اس کو
رام سیسوئے محمد میں پھنسا یا ہوتا

سرد ہوتا مراد ول آتشِ ہجران سے تمہیں
دو گھڑی ہجر پیغمبر میں رُلایا ہوتا

رات دن روپنہ اقدس کا نظارہ کرتا
کوئی گھر ربستے کو شرب میں جو پایا ہوتا

دید کا اُس کی ہے مختار و حید خزروں
ہند سے اُس کو دینے میں بلا یا ہوتا

وَحْشتَ كَلْكَتَوي

سواد عرشِ اعظم ہے جلو خانہِ محمد کا
کلامِ اشد ہے دراصل انسانِ محمد کا

نہ ہر دل لائی الفت نہ ہر سر قابلِ سودا
وہ خوشِ قسمت ہے جو ہوتا ہے دیوانِ محمد کا

نئے عشقِ احمد سے بزمِ احمد یاں ہوئی رشنا
کہ برباد میں عرفان ہے پیمانہِ محمد کا

جسے دکھو دہ ہے جامِ مٹے تو حیر سے بخش
سرورِ افران اُسے بزمِ دل ہے میخانہِ محمد کا

چراغ طور کا پروانہ ہو گرہ لگئے موہی
چراغ طورِ خود ہوتا ہے پروانہِ محمد کا

حدیثِ ولپذیر افسونِ تکین زبانہ ہے
ذبانو شلتی پر جاری ہے انسانِ محمد کا

کسی کا چل سکا جاؤ نہ طبع و حشتِ اگریں
خدا کا شکر ہے و حشت ہے دیوانِ محمد کا

یوسف خضر

حاصلِ قرآن، فورِ جمِ صلی اللہ علیہ وسلم
شادِ عربِ صرا کا یہ دو عالمِ ملَّتِ اللہ علیہ وسلم

کا ہر دبائلن نور کا مامن کا ہر انسان پڑھیں گے
دہر میں وہ اللہ کا پرجم علی اللہ علیہ وسلم

عصمت و عفت کا رکھوا لا درسِ خوتِ حینہ والا
عنمت کے اسرار کا حاملِ ملِّ اللہ علیہ وسلم

بے کس دنائس کا وہ نامی رحمتِ ایزد کا دیپی
بارگہِ حق میں ہے مکرمِ ملِّ اللہ علیہ وسلم

لاکھوں سلام لے بادی برقی انتہی پھر تناہ بستیرگا
جن کی زبان پر اب بھی ہے ہر دمِ ملِّ اللہ علیہ وسلم

